ماہنامہ
المرشد

اللہ
رسول
محمد

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰىۙ وَذَكَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰىؕ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب
کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

عَنْ أَنَسٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُولُ اللَّهُ أَخْرِجُوا
مِنْ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِي يَوْمًا أَوْ خَافَنِي فِي مَقَامٍ (سنن الترمذی)

حضرت انسؓ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جہنم کی آگ سے ہر اس شخص کو نکال لو جس نے ایک دن بھی مجھے یاد کیا یا کسی موقع پر میرے ڈر سے میری نافرمانی سے بچ گیا۔

ولایت اس کی دوستی کا نام ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ کس کے ساتھ اس کا رشتہ الفت ہے۔ لوگوں کو دکھانے سے ولایت نہیں بنتی۔

حضرت شیخ المکرم
امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

تصوف

شیخ

صوفی وہ ہوتا ہے جو صاحب حال ہو۔ صاحب حال کون ہوتا ہے؟ وہ جو زمانے پر اپنا نقش ثبت کرے اور جو زمانے کے حالات کے دھارے میں بہہ جائے وہ مغلوب الحال ہوتا ہے وہ صاحب حال نہیں ہوتا، وہ حال سے یعنی زمانے سے، زمانے کے واقعات سے مغلوب ہو جاتا ہے اور زمانے کے دھارے میں بہہ جاتا ہے ہمیشہ مغلوب الحال لوگوں کی اکثریت ہوتی ہے اور ایسے بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو زمانے پر نقش ثبت کریں اپنے پیچھے چلنے پر مجبور کردیں۔ احسان یا سلوک کا حاصل یہ ہے کہ آدمی رواج کا اسیر نہ ہو بلکہ رسومات اس کے قدموں کے نیچے ہوں اور وہ نقیب ہو سنت اللہ کا، سنت رسول اللہ ﷺ کا، معیار یہی ہے اور اس کی یہی ایک کسوٹی ہے۔ اب جو کوئی اپنے منازل سمجھنا چاہے ضرور سمجھے۔ جہاں تک سلسلہ عالیہ میں ترقی کا تعلق ہے اور یہ صرف اس سلسلے کی خصوصیت ہے باقی سلاسل میں ہمیشہ ہر حال میں شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو قدم بقدم چلاتا ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں جب کسی سالک کو آگے عرش کے منازل میں چلا دیا جائے تو پھر وہ جہاں بھی ہو تو یہ ملتی رہتی ہے جتنی محنت کرے اتنی ترقی کرسکتا ہے۔ زندگی کا بھروسہ نہیں ہے، اللہ کریم نے یہ سعادت نصیب فرمائی ہے، اپنی پوری توجہ اور محنت اس میں صرف کریں۔

بانی حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ المرشد

مئی 2011ء، جمادی الاول، جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ

جلد نمبر 32 | شمارہ نمبر 9

مدیر محمد اجمل

سرکولیشن منیجر: رانا جاوید احمد

قیمت فی شمارہ 25 روپے

PS/CPL#15

فہرست

اداریہ	ابوالاحمدین	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
ماہانہ اجتماع اپریل 2011ء	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	7
حضرت ابوبکر صدیقؓ	ابوالاحمدین	16
مسائل سلوک	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	27
ہمارے مدرسے جدید ہیں	جاوید چوہدری	34
بارگاہ رسالت کے قاصد بن جاؤ	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	38
من الظلمت الی النور	پروفیسر محمد یوسف باجوہ	46
The Attire of Piety		53
HAZRAT JI-rua's DEBATING ERA		56

www.owaisiah.com/www.naqashbandiahowaisiah.com

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ، یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس لاہور 0423-6314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔
Ph:042-35182727, Fax: 042-35180381, email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔
Ph: 0543-562200, Fax: 0543-562255, email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

شیخ کے ساتھ جرح نہ کرے

اگر شیخ حکم دے تو اس میں مزید سوال کر کے اپنے لئے مشقت پیدا نہ کرے جیسے کسی کو وظیفہ بتایا جائے کہ درود شریف کی اتنی تسبیحات پڑھ لیا کرو تو جونسا درود شریف بھی پڑھ لے گا ٹھیک ہے لیکن اگر پوچھ بیٹھا کہ جی کونسا؟ تو وہی پڑھنا ضروری ہوگا جو شیخ مقرر کر دے۔ یہی حال تعین وقت کا ہے ورنہ مقصد پورا نہ ہوگا۔

یہاں مفسرین نے ایک اور عجیب واقعہ نقل فرمایا ہے کہ کوئی نیک شخص فوت ہوا تو اس کے پاس ایک بچھڑی تھی جو اُس نے جنگل میں ہانک دی اور دعا کی اللہ! یہ تیرے سپرد ہے میرے بیٹے کی گزراوقات کا سبب اسے بنادے۔ تو وہ خوب پلی بڑھی جوں جوں یہ (بنی اسرائیل گائے کے حلئے کے بارے میں) سوال کرتے گئے اللہ کریم اس کا حلیہ بیان فرماتے رہے اب اس جیسی کوئی دوسری مل نہ سکتی تھی۔ ادھر اس کے دل میں ڈال دیا کہ ان سے خوب قیمت وصول کرو۔ چنانچہ بعض کے نزدیک اس کی کھال میں اشرفیاں بھر کر انہیں دینا پڑیں۔ یہ اپنی طرف سے بہت عقلمند بن رہے تھے اور مین میخ نکال رہے تھے مگر ان کی عقلمندی کا فائدہ اللہ تعالیٰ اُن کو پہنچانا چاہتا تھا جو محض اس کے بھروسے پر بیٹھے تھے۔ لہٰذا نہ احکام شریعت پہ اعتراض درست نہ اتباع شیخ میں حیل وحجت کی ضرورت۔ اس سے دنیاوی مصائب تو ضرور ہی وارد ہوتے ہیں اور ایمان کا خطرہ مزید ہے۔ یہاں دیوانگی کی قیمت ہے اور فریفتہ ہونے کا نام عقل ہے۔ سوچ بچار کو یہاں مصیبت کہتے ہیں۔

کرکٹ، جوا اور مسلمان

یکے بعد دیگرے چھوڑے جانے والے کیچوں کی طرح ورلڈ کپ بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ قوم پر جو گزری سو گزری، پاکستانی ٹیم کے کپتان کی آنکھوں میں چھلکتے ہوئے آنسو کیمرے کی نگاہ سے چھپ نہ سکے۔ آفریدی صاحب! ہم بھی آپ کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں لیکن ہمارا دکھ مختلف نوعیت کا ہے۔ اس اعصاب شکن میچ پر اربوں ڈالر جوئے کا کھیل بھی کھیلا گیا جس میں پاکستانی قوم ملوث ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ جوا عربوں کا بھی پسندیدہ کھیل تھا۔ ہارنے پہ آتے تو اپنی بیویاں بھی ہار جاتے لیکن جب انہیں نورِ ایمان نصیب ہوا تو بلادِ عرب سے جوئے کا خاتمہ ہو گیا۔ قرآن نے چند کبائر برائیوں کے ساتھ جوئے کو بھی شیطانی عمل کی گندگی قرار دیا، غلاظت اور وہ بھی آخری درجہ کی:- يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک کام اعمالِ شیطان سے ہیں سو ان سے بچتے رہنا تاکہ فلاح پاؤ۔ المائدہ 90)

مغرب میں کرکٹ پر جوئے کو قانونی تحفظ حاصل ہے لیکن افسوس کہ عرب جو حرمت جوا کے احکام کے اولین مخاطب تھے اب عرب شیوخ ہی کرکٹ کے نام پر جوئے کے سرپرست بن گئے۔ پاکستان میں یہ جوا عادی جواریوں کے سوا عام نہ ہوا تھا لیکن موہالی میں کھیلا جانے والا سیمی فائنل اس لعنت کو پاکستانی قوم کے بہت قریب لے آیا ہے۔ میڈیا نے قوم کو باور کرا دیا کہ اس میچ میں فتح پاکستان کا مقدر بن چکی ہے۔ ماہرین کے تجزیوں، نام نہاد نجومیوں اور زائچہ شناسوں کی آراء سے یہ ثابت کرنے کی پوری کوشش کی گئی کہ پاکستان میں ورلڈ کپ کی بس آمد آمد ہے۔ پاکستانی ٹیم کی جیت کی صورت پر کشش منافع کی شرح بھی بتائی گئی۔ شب و روز کے اس پراپیگنڈہ سے متاثر ہو کر پاکستانیوں کی ایک بڑی تعداد نے اپنا سرمایہ اس بین الاقوامی جوئے میں جھونک دیا جو بالآخر ایک مخصوص ٹولے کی نذر ہو گیا جو مطلوبہ نتائج تک دسترس رکھتا تھا۔ ایک خبر کے مطابق صرف کراچی سے ایک دن میں بیس ارب روپے انڈیا منتقل ہوئے۔

کرکٹ اور میڈیا دونوں کو فخر ہے کہ خیبر سے کراچی تک پوری قوم کو متحد کر دیا۔ یقیناً پوری قوم متحد تھی، بحیثیت مجموعی ایک ایسی غفلت کی شکار جس میں اس کی دینی حمیت بھی کرکٹ کے سرتال پر شب و روز کی لوریوں سے گہری نیند سو گئی۔ امریکی پادری ٹیری (The Terrorist) نے مغرب کی صلیبی اور صیہونی طاقتوں کی اشیر باد سے، ہمارے پیارے نبی ﷺ کے قلب اطہر پر نازل ہونے والی اور آپ ﷺ کی لسانِ مبارک سے جاری ہونے والی اللہ کی آخری کتاب کو جلانے کی جسارت کی، اس نے ہمارے دین کے خلاف دشنام طرازی کی لیکن یہاں پوری قوم کرکٹ کے نشے میں چور تھی۔ دینی حلقوں کی طرف سے محدود پیمانے پر احتجاج تو ہوا لیکن یہ وہ ایشو تھا جس پر خیبر تا کراچی بلکہ مسلمانانِ عالم کو متحد ہونے کی ضرورت تھی لیکن قوم کو اس کا ہوش تھا نہ میڈیا کو اس ذمہ داری کا احساس۔ شراب اور جوا کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ان خباثتوں سے انسان کے حواس مختل ہو جاتے ہیں، بھلے اور برے کی تمیز اٹھ جاتی ہے، احساس ذمہ داری ختم ہو جاتا ہے اور غیرت بک جاتی ہے۔ جوا حرام ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے اجتناب کا حکم دیا ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں چاہتی ہیں کہ یہ بین الاقوامی برائی ہمارے ہاں بھی عام ہو جائے تاکہ امت مرحومہ، جس کی بیداری کا وقت آن پہنچا ہے، اس نشے میں مبتلا ہو کر مزید ایک زمانہ خوابیدہ رہے۔ قرآن حکیم میں جوئے کی دوٹوک ممانعت کے باوجود مسلمان جب اجتماعی طور پر اس مرض میں مبتلا ہو جائیں گے تو شعائر اللہ کی پامالی پر انہیں کسی ردِعمل کے اظہار کی توفیق ہی نہ مل سکے گی۔ افسوس کہ کچھ اسی طرح کی صورتحال پیدا ہو چکی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور اجتماعی استغفار کا تقاضا کرتی ہے۔ جوا سرمایہ کا ضیاع ہی نہیں، گناہ کبیرہ اور غضب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ کھیل کو کھیل تک ہی محدود رکھا جائے لیکن احکام خداوندی سے کھیلنے کی کوشش نہ کی جائے۔

ابوالاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر	نشانِ منزل
کون سی ایسی بات ہوئی ہے	سوچ سمندر
متاعِ فقیر	آس جزیرہ
دیدہ تر	

اس بارے میں ڈاکٹر اجمل نیازی لکھتے ہیں:

"اپنی آسودگی کے لئے وہ ذکر کرتے ہیں فکر کرتے ہیں اور شعر بھی کہتے ہیں یہ ان کے فرصت کے لمحوں کی فراست ہے۔ فراغتوں کو فروغ دینے کیلئے یہ مشغلہ انہوں نے اختیار کیا ہے شاید وہ ریلیکس ہونا چاہتے ہیں۔ تو شعر کہتے ہیں لوگ اس کام کے لئے تفریح کے کیا کیا ساماں ڈھونڈتے ہیں مگر ملک صاحب کی تفریح بھی ترفع سے خالی نہیں ان کی شاعری ان کے اعلیٰ وارفع معمولات کا ایک ہلکا پھلکا روپ ہے ان کی شاعری کے علاوہ بھی کچھ ہے اس شاعری سے کچھ لینے کے لئے حضرت اکرم صاحب کے پاس کچھ دیر بیٹھنا بہت ضروری ہے پھر پڑھنے والوں کو ایک اور ہی لطف آئے گا۔"

غزل

ہم نے تو اپنے دل کو ترا گھر بنا دیا
اے عشقِ ناتمام تو بدنام تو نہ کر

اے دل تری مراد ہے اپنی پہنچ سے دور
ممکن نہ ہو جہاں میں جو وہ کام تو نہ کر

یہ حادثے ہیں سوچ کے کرتا نہیں کوئی
کھائی ہے چوٹ تو نے مرا نام تو نہ کر

کرنا ہو کوئی بات تو لیتا ہے ان کا نام
جو چاہے کر پہ نام کو بدنام تو نہ کر

آنکھوں میں بند وصل کی راتوں کا کیف ہے
بادِ صبا تو آ کے مجھے رام تو نہ کر

اس شب کی یاد کا نشہ اترا نہیں ابھی
مجھ کو اسیرِ بادہ گلفام تو نہ کر

سیماب خوفِ ہجر سے جلتا ہے خون تک
لمحاتِ وصل کو بھی مرے نام تو نہ کر

"کون سی ایسی بات ہوئی ہے" سے انتخاب

اقوالِ شیخ

☆ لذت قرب الٰہی کیا ہے؟ اس کا پتہ تب چلتا ہے جب اس کی طلب پیدا ہو۔ اور یہ طلب عطا کرتا ہے اللہ کا رسول ﷺ

☆ انبیاءؑ کا قلب اطہر اتنی روشنی لئے ہوئے ہوتا ہے کہ امت کے ایک ایک فرد کا سینہ روشن کر سکے۔ آقائے نامدار ﷺ امام الانبیاء ہیں اور آپ ﷺ کے قلب اطہر کی روشنی ساری انسانیت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر قیامت تک آنے والے انسانوں کی ضرورت سے کروڑوں گنا زیادہ ہے۔

☆ اخلاق اور کردار کا معیار کیا ہے؟ سنت محمد رسول اللہ ﷺ۔ اچھائی کا اور حیا کا معیار کیا ہے؟ سنت سے گری ہوئی بات، سنت سے گرا ہوا کردار، سنت سے ہٹا ہوا کام بے حیائی ہے، فحش ہے۔

☆ بنوک شمشیر کسی سے کلمہ نہیں پڑھوایا جا سکتا۔ اگر آپ کسی سے گن پوائنٹ پر کلمہ پڑھوائیں تو اس کا اسلام اللہ کو قبول نہیں۔ اسلام جس نے اپنی مرضی سے قبول کرنا ہے وہی مسلمان ہے۔

☆ اسلام یہ ہے کہ ہر شے سے مقدم اطاعت الٰہی کو رکھا جائے۔

☆ محبت میں بعض بڑے مقام آتے ہیں۔ محبت ایک ایسی عجیب کیفیت ہے کہ اس میں درگزر ہوتی رہے تو بڑے سے بڑے گناہ سے درگزر ہوتی ہے اور اگر گرفت آجائے ناراضگی بن جائے تو کسی ایسی چھوٹی سے بات پر بن جاتی ہے جس کی بظاہر کچھ حیثیت نہیں ہوتی۔

☆ آخرت پر یقین کامل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی جو بھی کام کرتا ہے وہ آخرت کے حوالے سے کرتا ہے۔

ذاکر وہی ہے جو اپنے قلب سے اللہ کا ذکر کرے اور جو قلب سے ذکر نہ کرے وہ ذاکر نہیں
(الفتح الربانی۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جارہا ہو۔

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کہا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

بیان ماہانہ اجتماع 3 اپریل 2011ء

قلب مؤمن کی وسعتیں اور ذکر قلبی

شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہٗ

آعوذ بالله من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِo

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ o ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَ o اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ o التین : 4-6

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین انداز سے پیدا فرمایا ہے۔ انسان ہی اللہ کریم کی ایک ایسی مخلوق ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ جو باقی ساری مخلوق سے اشرف و افضل ہے۔ انسان کا وجود، اس کے ہاتھ پاؤں، اس کی آنکھوں کی سجاوٹ، اس کے کان، ناک، اس کی قد و قامت، اس کا ڈیل ڈول، ہر لحاظ سے ہر طرح سے نہایت موزوں نہایت خوبصورت ہے۔ اس کو جو دماغ عطا فرمایا اور اس میں جو وسعتیں رکھیں آج تک کوئی اس کا اندازہ نہیں لگا سکا۔ جدید دنیا میں انسانی دماغ نے بے پناہ ایجادات کی ہیں، بے پناہ تحقیقات کی ہیں۔ بہت دور تک علوم حاصل کئے ان سے عملی زندگی میں استفادہ کیا۔ بے شمار چیزیں ایجاد کیں۔ نئی نئی سواریاں، عالیشان عمارات، بے پناہ مشینیں اور کمپیوٹر بنائے اب تک ایسی مشینیں بنالیں، ایسے روبوٹ بنالئے جو انسانوں کی طرح کام کرتے ہیں۔ ان سب کے باوجود آج کا سائنسدان کہتا ہے کہ ابھی تک انسانی دماغ کا دس فیصد بھی استعمال نہیں ہوا اس سے کم استعمال ہوا ہے۔ تو اگر یہ سو فیصد استعمال ہوگا تو کیا ہوگا، دنیا میں کیا ہوگا اور کیسے کیسے انقلاب آئیں گے؟ گویا اس میں بے پناہ وسعتیں ہیں، کیسی عجیب بات ہے ہم کسی شخص سے بیس پچیس سال پہلے ملتے ہیں پھر الگ ہوجاتے ہیں خاص ملاقات بھی نہیں ہوتی۔ برسوں بعد بیس پچیس سال بعد اس سے کہیں آمنا سامنا ہوجاتا ہے تو ذہن کا کمپیوٹر وہ بھولی بسری پرانی فائل کھول دیتا ہے اور وہ ساری تصویر ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ یہ فلاں بندہ ہے، فلاں جگہ ہم ملے تھے، کاروبار کی بات ہوئی تھی یا کوئی اور بات سب یاد آجاتا ہے۔ اس میں کتنی وسعت ہے کہ صدیوں کی تاریخ یہاں محفوظ ہے۔ دنیا کے بے شمار علوم محفوظ ہیں۔ جو اللہ کے خوش نصیب بندے ہیں ان کے ذہنوں میں اللہ کی کتاب محفوظ ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ارشادات محفوظ ہیں۔ دنیا کی تاریخ محفوظ ہے۔ سبحان اللہ! اللہ کی کائنات کی وسعتوں کا اندازہ نہیں ہوسکتا وہ خود ہی جانے، کتنی وسیع کائنات ہے کتنی اس میں مخلوق بستی ہے، کہاں فرشتے ہیں اور کتنے ہیں، حیوانات کتنے ہیں، انسان کتنے ہیں، پرندے کتنے ہیں، آبی حیات کتنی ہے، بے پناہ وسعت ہے، بے پناہ مخلوقات ہے۔

ان سب کے علاوہ اسے ایک دل دیا انسان کو ایک قلب دے دیا۔ حدیث قدسی ہے ارشاد باری

زمینوں میں، آسمانوں میں وہ وسعت نہیں ہے کہ وہ میرا

گھر ہے۔لیکن بندۂ مومن کے قلب میں وہ وسعت ہے کہ وہ میرا گھر ہے۔لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔آدمی غور کرے تو کیسی عجیب بات ہے کہ جہاں زمینوں، آسمانوں، فضاؤں، سورج، چاند، ستاروں کی وسعتیں کم پڑ جاتی ہیں وہاں قلب انسانی اس سے کہیں وسیع تر ہے۔کتنی دنیائیں ایک فرد کے اندر آباد ہیں۔ جدید سائنس یہ کہتی ہے کہ انسان کا وجود چھوٹے چھوٹے ذرات جنہیں سیلز کہتے ہیں ان سے مل کر بنتا ہے۔اس وقت دنیا کی آبادی اندازے کے مطابق چھ ارب سے کچھ کم ہے چھ ارب نہیں ہے۔سو لاکھ ہو تو ایک کروڑ بنتا ہے، سو کروڑ ہو تو ایک ارب بنتا ہے اور چھ ارب سے چھ سو کروڑ سے کچھ کم لیکن انسانی بچہ جو پیدا ہوتا ہے اس میں ڈھائی کھرب سیل ہوتے ہیں۔ پھر جوں جوں وہ بڑھتا ہے جوان ہوتا ہے تو سیلوں کا سائز نہیں بڑھتا بلکہ سیلوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور جب وہ اپنے پورے وجود جتنا اللہ کو منظور ہے اس پر جوان ہو جاتا ہے۔ اپنا وجود مکمل کر لیتا ہے تو کہتے ہیں کہ اندازاً ایک ہزار کھرب سیل اس کے وجود میں ہوتے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ کسی سیل کی زندگی چھ مہینے سے زیادہ نہیں ہے یعنی ایک انسانی وجود میں چھ مہینے کے اندر ایک ہزار کھرب اموات واقع ہوتی ہیں اور ایک ہزار کھرب نئے سیل پیدا ہو جاتے ہیں۔ زمینوں آسمانوں میں اتنی وسعت کہاں؟ یہ تو وجود کی بات ہے دل کا تو جہاں ہی اور ہے۔ سائنس عظمت باری کا اقرار ہی کرتی چلی جا رہی ہے۔ جو انکشاف کرتی ہے اس میں قدرت باری کا کوئی اور پہلو نظر آ جاتا ہے۔کتنا بڑا جہان ہے ایک وجود کے اندر کہ ہر سیل اپنے جیسا دوسرا سیل پیدا کر کے مر جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ چھ مہینے کے بعد پورا انسانی وجود بال سے کھال تک اور نہاں خانہ دل سے سر سے پاؤں تک تبدیل ہو چکا ہوتا ہے۔ نئے سیل آ چکے ہوتے ہیں۔کون پیدا کرتا ہے اور کون کر سکتا ہے۔ یہ وہی وحدۂ لاشریک کر رہا ہے کسی دوسرے کے بس کی بات نہیں۔ یہ تو مادی جہان ہے اس نے انسانی قلب میں جو وسعتیں رکھی ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں پھر اس میں خصوصیات رکھی ہیں۔ مشکل یہاں آن پڑی کہ انسان کو اختیار مل گیا۔کیا اختیار ملا؟ کیا وہ اپنی مرضی سے پیدا ہو سکتا ہے، کیا انسان کو اختیار ہے کہ اپنی شکل خود تجویز کر لے کیا اپنی صحت اپنی مرضی سے بنا سکتا ہے کیا اپنی مرضی کا رزق حاصل کر سکتا ہے، کیا عہدہ اپنی مرضی سے لے سکتا ہے، کیا صحت اپنی مرضی کی رکھ سکتا ہے، کیا اپنی مرضی سے زندہ رہ سکتا ہے؟ کچھ بھی نہیں تو پھر اختیار کیا ہے؟ یہ تو اختیار ہر جگہ بے اختیار لگتا ہے، تو پھر اختیار کیا ہے؟ فرمایا اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا الدھر:3 انسان کو ہم نے یہ اختیار دیا ہے کہ ایک راستہ یہ ہے، اور ایک دوسرا راستہ وہ ہے۔ یہ راستہ میری بارگاہ کی طرف جاتا ہے یہ دوسرا راستہ شیطان تک پہنچتا ہے۔ درمیان میں انسان کھڑا ہے۔ ہم نے اسے اختیار دے دیا ہے کہ تم میری طرف آنا چاہتے ہو۔ یا میرے خلاف جو سمت ہے اس طرف یعنی ابلیس کی طرف جانا چاہتے ہو۔بس یہ اختیار ہے۔ یہ فیصلہ انسان کا ہے۔جو صدق دل سے فیصلہ کرتا ہے کہ میں نے اللہ کی طرف جانا ہے اللہ اس کا ہمراہی ہو جاتا ہے، محافظ ہو جاتا ہے، راہنما ہو جاتا ہے اسے سنبھال لیتا ہے۔وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ الشوریٰ :13 جو صدق دل سے آنا چاہتا ہے میں اسے سنبھال لیتا ہوں۔ وَ الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا العنکبوت:69 جو ہماری ذات کی

رضا کیلئے، ہمیں پانے کیلئے ہماری رضا حاصل کرنے کیلئے مجاہدہ کرتے ہیں محنت کرتے ہیں ہم ان کے لئے کئی راہیں کھول دیتے ہیں، انھیں اپنی طرف لے آتے ہیں۔ لیکن اگر دوسرے راستے پہ پھر جائے شیطان اسے دینوی لذات کی باتیں سناتا ہے، عہدوں کا لالچ دیتا ہے، دولت کا لالچ دیتا ہے، دوسروں سے سبقت لے جانے آگے بڑھ جانے کا، دوسروں کو مٹا دینے کا خیال ڈالتا ہے۔ طرح طرح کے وعدے کرتا ہے، جو سارے ہی جھوٹ ہوتے ہیں لیکن وہ ایسے جھانسے دیتا رہتا ہے۔ اگر وہ اس طرف چلا جائے تو فرماتا ہے میں اسے پیچھے سے پکڑتا تو نہیں ہوں کہ مجھے تو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں محتاج نہیں ہوں۔ میں تو غنی ہوں محتاج وہ ہے۔ جا رہا ہے تو جائے لیکن آخر دونوں راستے پھر میرے دربار میں عرصہ محشر میں جمع ہو جائیں گے۔ وہاں پھر سب اکٹھے ہو جائیں گے۔ وہاں پھر محاسبہ ہوگا کہ کون کس راستے سے یہاں پہنچا۔ اس کے مطابق اسے اجر دیا جائے گا بدلہ دیا جائے گا۔ اس ایک دل کو جسے اللہ نے اپنا گھر قرار دیا ہے اس کے لئے قرآن کریم نے سب سے زیادہ جس کام کا حکم دیا ہے وہ ذکر الٰہی ہے۔ کہیں براہِ راست کہیں بالواسطہ۔ کم وبیش آٹھ سو بار قرآن کریم میں دہرایا گیا ہے۔ قرآن کریم کا خاصہ یہ ہے کہ ہر بات کو پوری تفصیل سے مختصر ترین الفاظ میں بیان فرما دیتا ہے۔ یعنی کلام بہت تھوڑا سا ہوتا ہے وسعتیں بے پناہ۔ میں نے دو آیات مبارکہ پڑھیں، ہم ساری عمر اس پر بحث کرتے رہیں لیکن اس کی وسعتیں پھیلتی چلی جائیں گی۔ یہ ساری باتیں اسی حکم کے حوالے سے ہیں تو جہاں ذکر کا حکم دیا وہاں عجب عجب مواقع پہ دیا۔ ہر عمل کو بھی ذکر کہا۔ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ الجمعہ: 9 یہاں صلوٰۃ جمعہ کو ذکر فرمایا کہ جمعہ کے روز جب صلوٰۃ کیلئے پکارا جائے تو فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ الجمعہ: 9 کام کاج چھوڑ دو۔ اللہ کے ذکر یعنی صلوٰۃ جمعہ کی طرف آ جاؤ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ جب صلوٰۃ مکمل ہو جائے جاؤ اپنے کام کاج کرو۔ زمین میں پھیل جاؤ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ اللہ کا فضل اپنی روزی تلاش کرو، محنت مزدوری، کاروبار کرو۔ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا الجمعۃ :10 لیکن اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو۔ صلوٰۃ بھی ذکر تھی وہ تو ختم ہو گئی لیکن جو ذکر قلبی ہے وہ ختم نہیں ہوتا ذکر کرتے رہو پھر فرمایا: اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا :45 کسی کافر جماعت سے فوج سے مقابلہ ہو جائے فَاثْبُتُوْا جم کر لڑو۔ گردنیں اڑ رہی ہیں، آتش و آہن کی بارش ہو رہی ہے، جسم کے پرخچے اڑ رہے ہیں، فرمایا بھاگنا تمہیں زیب نہیں دیتا جم کر لڑو لیکن ایک بات ہے وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا۔ ذکر کثرت سے کرتے رہو۔ افضل ترین عمل ہے جہاد اس میں شہید ہونے والا دائمی زندگی پا جاتا ہے موت کو بھی شکست دے دیتا ہے، پھر بھی فرمایا: لڑتے رہو، نشانہ بازی کرتے رہو، تلوار چلاتے رہو، بم گراتے رہو، گولے برساتے رہو، گولے کھاتے رہو لیکن اس حال میں ذکر کثیر کو مت بھولو۔ صرف ذکر کی بات نہیں ذکر کثیر کی بات ہے، دوسری جگہ ارشاد فرمایا حج پہ جاتے ہو، عرفات پہنچتے ہو، واپس پلٹتے ہو، اس سارے میں فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ البقرہ:200 پہلے باپ دادوں کی بات کیا کرتے تھے اب اللہ کا ذکر کرو۔

ایمان لانا ذکر الٰہی ہے۔ اللہ کی عظمت توحید اور نبیؐ کی رسالت کو ضروریات دین کو قبول کرنا یہ عمل ہے اور یہ عمل ذکر الٰہی ہے۔ ہر وہ کام جو شریعت کے مطابق جو سنت کے مطابق کیا جائے وہ ذکر ہے۔ عملاً وہ ذکر الٰہی ہے لیکن مطالبہ ذکر کثیر کا ہے سارا دن بندہ سجدے کرتا رہے تلاوت کرتا رہے تسبیحات پڑھتا رہے جائز کاروبار کرتا رہے اطاعت الٰہی کرے، والدین کی خدمت، اولاد کی پرورش یہ سب ذکر الٰہی ہے لیکن کبھی تو یہ منقطع ہو جائے گا۔ انسان سو جائے گا تو ذکر منقطع ہو جائے گا، پھر کثیر تو نہ رہا کثیر تو وہ کام ہے جو سب سے زیادہ کیا جائے تو ہم سب سے زیادہ کون سا کام کریں گے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ، بہترین ذکر، ذکر خفی ہے او کما قال رسول اللہ ﷺ ذکر الٰہی برکت ہی برکت ہے لیکن ذکر خفی، عملی ذکر اور ذکر لسانی سے ستر گنا افضل ہے یہ مفہوم ہے حدیث مبارکہ کا۔ یہ اس لئے افضل ہے کہ لطیفۂ قلب جب کسی کو نصیب ہوتا ہے تو، اسے ذکر دوام نصیب ہو جاتا ہے۔ دل انسان کے وجود کا وہ حصہ ہے جو ماں کے پیٹ سے دھڑکنا شروع کرتا ہے اور لب گور تک دھڑکتا رہتا ہے۔ ساری زندگی بند نہیں ہوتا۔ انسان سو گیا دل دھڑک رہا ہے، بیہوش ہو گیا دل دھڑک رہا ہے، جب تک موت نہ آ جائے شکم مادر سے کر آخری سانس تک دل دھڑکتا رہتا ہے تو اگر قلب ذاکر ہو جائے تو ذکر دوام نصیب ہو گیا لیکن ذکر کثیر پھر بھی نہیں ہے۔ لطائف روشن ہوتے چلے جائیں اور ساتواں لطیفہ روشن ہو جائے سلطان الاذکار نصیب ہو جائے تو ایک ہزار کھرب سیل ذاکر ہو جاتے ہیں۔ اسے ایک حد تک پھر ذکر کثیر کہا جا سکتا ہے۔ کوئی سوچ سکتا ہے کہ ایک لمحے میں کسی وجود سے ایک ہزار کھرب بار اللہ کا نام نکلے تو پھر کرنے کا کام تو یہ ہوا۔ رزق مقدر ہے زندگی طے شدہ ہے، صحت بیماری طے شدہ امور ہیں۔ اس مالک نے کائنات بنانے سے پہلے امور کائنات طے کر دیئے، سیاہی خشک ہو گئی۔ بندے کو اپنے وقت پہ پیدا ہونا ہے۔ اپنے وقت پہ مرنا ہے۔ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ یونس :49 کوئی لمحہ بھر پہلے نہیں آ سکتا کوئی لمحہ بھر زیادہ نہیں رہتا۔ اسی طرح رزق اور ہر چیز مقدر ہے لیکن اس نے دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے اور اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا اور فرمایا اگر اسباب میری پسند میرے نبی ﷺ کی اطاعت کے مطابق اختیار کرو گے تو تمہارا اسباب اختیار کرنا عبادت ہو جائے گا۔ پھر قرب الٰہی نصیب ہوگا۔ رزق وہی ملے گا جو مقدر ہے۔ چوری کرو، ڈاکہ کرو، رشوتیں لے کر جمع کرتے رہو تمہارے نصیب میں وہی ہے جو تمہارا مقدر ہے۔ چھوڑ کر چلے جاؤ گے دوسرے عیش کریں گے حساب تمہیں دینا ہوگا۔ کسی کے حصے کا کھا نہیں سکتے خرچ نہیں کر سکتے، ہم کاروبار کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کہ دنیا عالم اسباب ہے اور اسباب کو اختیار کرنے سے ہی پتہ چلتا ہے کہ یہ بندہ اللہ کی راہ پہ چل رہا ہے یا شیطان کی راہ پہ چل رہا ہے۔ اسباب پر رزق میسر نہیں، کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جنہوں نے پیدا ہو کر ایک تنکہ بھی نہیں توڑا اور وہ ارب پتی ہیں۔ دنیا کا نظام ایسا عجیب ہے کہ جس کو چلانی نہیں آتی بہترین موٹر اس کے پاس ہے چلانے کیلئے وہ ملازم رکھتا ہے۔ بنانے کیلئے مستری کے پاس جاتا ہے۔ کاریگر جو ساری موٹر کو کھول جوڑ سکتا ہے اور اس کے پاس اوزار ہوتے ہیں ذاتی گاڑی نہیں ہوتی اور جو یہ ہنر نہیں جانتا اس کے پاس دس گاڑیاں ہیں۔ یہ اس کا اپنا نظام ہے۔ یہ کسی کے کرنے چاہنے کا محتاج نہیں کام اس لئے کرنا ہے کہ ہمارے عمل نے ثابت کرنا ہے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اللہ کے حبیب ﷺ کے امتی ہیں۔ ہمارا کوئی کام خلاف سنت ہو ہم سے یہ امید نہ رکھو کہ ہم حضور ﷺ کے غلام ہیں تو یہ بھی ذکر الٰہی ہے لیکن اس کے ساتھ اگر یہ دولت نصیب ہو جائے جو سینۂ اطہر رسول اللہ ﷺ سے نصیب ہوتی ہے تو صرف سات لطیفے جسے نصیب ہو جائیں اس کے وجود کے

ایک ہزار کھرب سیل ذاکر ہوجاتے ہیں اور ایک لمحے میں اس کے وجود سے ایک ہزار کھرب بار اللہ کا نام بلند ہوتا ہے۔ لیکن جیسا میں نے عرض کیا انسان بڑی عجیب چیز ہے۔ عجیب مخلوق ہے، اگر اس شعبے کی طرف نہ آئے تو نتیجہ مختلف ہوتا ہے۔ یہ ہمارے سیل جب ذاکر ہوتے ہیں تو یہ سارے اللہ کی طرف دوڑتے ہیں محبت الٰہی ایک ایک سیل میں رچ بس جاتی ہے ایک ایک سیل میں عشق رسول ﷺ آجاتا ہے۔ اتباع رسول کا تقاضا آجاتا ہے اور بندہ سراپا متبع سنت ہوجاتا ہے یہ اس کا اثر ہے۔ اگر یہ نتیجہ حاصل نہیں ہو رہا تو پھر یہ ذاکر نہیں ہے محض ہمیں وہم ہے۔ ساتھیوں کو یہ وہم ہوتا ہے اس لئے جسے کشف ہوتا ہے اسے کہتے ہیں دیکھو جی میرے مراقبات کہاں ہیں۔ بتاؤ میرا مراقبہ کہاں ہے؟ کئی ساتھی مجھے بھی لکھتے ہیں میرے کون سے مراقبات ہیں؟ میاں مجھے نہ لکھو ساتھیوں سے نہ پوچھو، اپنے اعمال کو دیکھو اگر سدھر گئے ہیں متبع سنت ہو گئے ہیں تو جو مقام بھی ہے تمہارا ٹھیک ہے فکر کی ضرورت نہیں ہے اور اگر زندگی میں خلاف سنت اعمال آرہے ہیں تو بات ٹھیک نہیں کہیں سے بگڑی ہوئی ہے۔ ہمارا اپنا اعمالنامہ، ہمارا کردار، ہمارے روزمرہ کے کام ہمیں بتاتے ہیں کہ ہم ٹھیک جارہے ہیں یا غلط جارہے ہیں۔ تو اپنے اپنے اعمال کا جائزہ لیجئے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انسانی استعداد ہے دوسری طرف اس نے ایک عجیب قوت اس میں رکھ دی ہے۔ جب یہ برائی کی طرف جاتا ہے، شیطان کی طرف بڑھتا ہے اللہ کے دین کو چھوڑ دیتا ہے۔ کتاب اللہ اور سنت محمد رسول ﷺ کو چھوڑ دیتا ہے تو اس کی طبیعت ثانیہ بنتی چلی جاتی ہے کہ اس کے دل میں نافرمانی گھر کر جاتی ہے دل میں جب آتی ہے دل سے ہر سیل میں چلی جاتی ہے پھر اس کے ہاتھ برائی کی طرف بڑھتے ہیں، نگاہ برا دیکھتی ہے، دل برا سوچتا ہے، دماغ برا سوچتا ہے، پاؤں برائی کی طرف دوڑتے ہیں، نیکی کی طرف نہیں، یعنی ہر ہر سیل میں جیسے ذکر اور اللہ کی یاد ہر سیل میں جاتی ہے اسی طرح ہر سیل میں برائی بھی چلی جاتی ہے پھر اسے توبہ کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی۔ اگر اتنا برائی میں دھنس جائے کہ ہر سیل میں برائی پہنچ جائے تو اللہ کریم فرماتا ہے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ البقرہ: 7 دلوں پر مہر کر دیتا ہوں۔ پھر تم یہیں رہو تم مجھ سے اتنے دور نکل گئے اور تمہیں کوئی حیا نہیں آئی۔ یار یہ تھوڑی سی زندگی ہے قرآن کریم نے دعوت فکر دی ہے۔ منظر بنا دیا۔ میدان حشر بنا دیا قرآن کریم نے کہ سب اسی کی بارگاہ میں جمع ہوں گے۔ اور یہ کوئی عجیب بات نہیں ہم پہلے جمع ہو چکے ہیں۔ یوم الست کو قرآن حکیم فرماتا ہے اللہ نے ارشاد فرمایا ہم نے اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی ذریت کو نکالا اور یاد رہے کہ ذریت سے مراد نہ روح ہے نہ صرف بدن، ذریت سے مراد روح مع الجسم ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جو سیل آدم کی پشت مبارک میں تھے ان سے آگے جو بننے تھے ان سے آگے قیامت تک کے آنے والے افراد کے سیلوں سے اللہ نے ان کے وجود مکمل

دعائے مغفرت

۱۔ سلسلہ کے ساتھی محمد نواز قریشی کے چھوٹے بھائی محمد اکرم قریشی وفات پا گئے ہیں۔

۲۔ فیصل آباد سے سلسلہ کے ساتھی عبدالرزاق کی والدہ ماجدہ وفات پا گئی ہیں۔

۳۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے سلسلہ کے ساتھی افتخار کے والد محترم وفات پا گئے ہیں۔

۴۔ قصور سے سلسلہ کے ساتھی محمد اسحاق کی اہلیہ وفات پا گئی ہیں۔

۵۔ خانیوال سے سلسلہ کے ساتھی محمد اصغر ٹیچر وفات پا گئے ہیں۔

۶۔ سلسلہ کے ساتھی عبدالرؤف سلیمی، ڈاکٹر آصف سلیمی اور شاہد سلیمی کے والد محترم وفات پا گئے ہیں۔ (اوکاڑہ)

۷۔ سلسلہ کے ساتھی بشیر احمد پشین بلوچستان وفات پا گئے ہیں۔

۸۔ لاہور سے سلسلہ کے ساتھی غیاث الدین کے والد محترم وفات پا گئے ہیں۔

۹۔ فیصل آباد سے سلسلہ کے ساتھی محمد انور خان اور محمد رقیب خان وفات پا گئے ہیں۔

۱۰۔ منڈی بہاؤالدین سے سلسلہ کے ساتھ اعجاز احمد کے والد محترم وفات پا گئے ہیں۔

ان سب کیلئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

کر دیئے۔ ان میں روحیں پھونک دیں اور پھر سب کے سامنے ارشاد فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ الاعراف:172 کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ قَالُوْا بَلٰى سب نے کہا بیشک۔ یہ پہلے ہو چکا ہے، سارے انسانوں کو وہاں حاضر کر کے پوچھا کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں فرمایا بھول نہ جانا۔ کہیں دوبارہ میں حشر کو جمع کروں تو یہ نہ کہنا کہ ہمیں تو وہ بات یاد ہی نہیں رہی ہمارے تو آباؤ اجداد گمراہ ہو گئے ہم ان کے پیچھے گمراہ ہو گئے یہ بہانے نہیں چلیں گے۔ کون سا اتنا بڑا میدان تھا، کہاں اس نے جمع فرمایا یہ وہ جانے لیکن یہ بتا دیا کہ میں تم سب کو ایک دفعہ جمع کر چکا ہوں۔ اسی طرح پھر عرصہ محشر میں پہلے انسان سے لے کر آخری انسان تک سب جمع ہوں گے۔ اب اس میں وہ بھی ہوں گے جن کے ایک ہزار کھرب سیل میں برائی دھنس گئی۔ کفر دھنس گیا، شرک دھنس گیا، اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ وہ دو باتیں کریں گے ایک تو کہیں گے آج کوئی ایسا سفارشی ہے جو آج ہماری جان چھڑا دے؟ فَيَشْفَعُوْا لَنَا الاعراف:53 کوئی ہے کوئی نہیں۔ دوسری بات یہ ہوگی پھر اللہ اگر ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ تو جو برائیاں ہم کرتے تھے ان کو چھوڑ کر پھر دنیا میں نیکیاں کر لیں۔ یعنی دو خواہشوں کا اظہار کریں گے۔ پہلے تو نزدیک سے جان چھڑانا چاہیں گے۔ جہنم نہ جائیں سزا نہ ملے۔ تو کوئی ہے ایسی ہستی جو ہماری سفارش کرے۔ ارشاد ہوگا تم شیطان کی پیروی کرتے رہے وہ آج تم سے بری ہے۔ شیطان تو کھڑا ہو کر کہہ دے گا فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَ لُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ابراہیم:22 مجھے ملامت نہ کرو اپنے آپ کو ملامت کرو تم مجھ سے بھی برے تھے کہ تم نے اللہ کے وعدے کو چھوڑ دیا اور میرے وعدوں پہ اعتبار کیا میں نے تو تم سے جھوٹ بولا تھا۔ تم تو مجھ سے بھی گئے گزرے تھے مجھ پہ ملامت نہ کرو۔ اور سفارشی کون ہے؟ پھر آرزو کریں گے کہ اگر اللہ ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے۔ پھر سے زندگی دے دی فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ الاعراف:53 تو ہم ایسے عمل کریں گے جو پہلے نہیں کرتے تھے۔ یعنی پہلے برائی کرتے تھے۔ نیکی کریں گے، کافر تھے ایمان لائیں گے، غافل تھے اللہ کو یاد کریں گے، ذکر کریں گے، ہمیں ایک دفعہ بھیج دے۔ اللہ جو ہر غیب حاضر کو جاننے والا ہے وہ ان کے حال پہ خبر دیتا ہے فرماتا ہے وَ لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ الانعام:28 اگر میں ان کو واپس بھیج بھی دوں تو جس کام سے منع کیا گیا ہے وہی کریں گے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ انہوں نے عرصہ محشر دیکھ لیا، جنت کو دیکھ لیا، وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ :90 جنت بھی سجائی قریب ہوگی وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ الشعرآء:91 اور دوزخ کو کھینچ کر لایا جائے گا کہ دیکھ لو انہوں نے جنت دوزخ کو دیکھ لیا، فرشتوں سے بات ہوگئی بارگاہ الٰہی میں پیش ہوئے بالفرض اگر دنیا پہ لوٹائے جائیں گے تو فرمایا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا وہی کام کریں گے جس سے منع کیا گیا ہے۔ کمال ہے! گویا اس تھوڑی سی زندگی میں مزاج ایسا بن جاتا ہے کہ پھر وہ تبدیل نہیں ہوتا۔ یہ جو میرے بھائی بیٹھے ہوتے ہیں ہوٹلوں میں سڑکوں پہ چوراہوں میں پوچھو کیا کر رہے ہو؟ کہتے ہیں ٹائم پاس کر رہے ہیں؟ یار تمہارے پاس اتنا وقت کہاں سے آ گیا کہ تم پاس کر رہے ہو۔ تاش کھیل رہے ہیں، وہ میچ ہو گیا بس رات دن وہ دیکھ رہے ہیں، کرکٹ دیکھ رہے ہیں، یار تمہارے پاس اتنی فرصت کہاں سے آ گئی تمہیں تو ایک مزاج بنانا ہے جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔ حتیٰ کہ اہل جنت کے لئے فرماتا ہے کہ جو سدا میری یاد میں مصروف رہے اور جنہوں نے میری راہ میں جانیں دے دیں، شہید ہو گئے جن کی روح سجدے میں قبض ہوئی، جن کے بال بال سے اللہ اللہ ہوتی رہی ان کے عملوں میں بھی کچھ نہ کچھ کمیاں بیشیاں رہ جائیں گی کچھ کدورتیں دنیا کی رہ جائیں گی تو جنت میں داخلے سے

پہلے ان کے دلوں سے وہ صاف کر دی جائیں گی۔ اس کے لئے غلاً
کا لفظ قرآن نے استعمال کیا ہے فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا
الحشر:10 تمام کدورتیں صاف کر دوں گا۔ دلوں کو سالم کر دوں گا تو
ساری زندگی مجاہدہ کرتے رہے بتقاضائے بشریت انسان تھے کسی
سے ناراضگی، کسی پر غصہ، کسی چیز کی تمنا یہ سارے دل کے غل ہیں،
کدورتیں ہیں اس کے کچھ نہ کچھ اثرات دل میں بھی رہ جائیں گے
تو جو محض ٹائم پاس کرتے ہیں ان کے دلوں کا کیا حال ہے۔ وہ تو
کریم ہے فرمایا جنت جانے سے پہلے وہ سب ساری کدورتیں
صاف کر دیں گے۔ جنتیوں کے دل باغ و بہار ہوں گے۔ نہ افسوس
نہ غم، نہ ڈر، نہ رنج، نہ گلہ نہ شکوہ، لیکن دوزخیوں کی کدورتیں ان کا
ساتھ نہیں چھوڑیں گی۔ انہیں تو وہی کدورتوں سے جلتا سینہ لے کر
وہاں داخل ہونا ہوگا۔ اور خواہش کریں گے کہ ہمیں لوٹا دیجئے ہم
بڑی نیکیاں کریں گے اللہ فرماتا ہے یہ جھوٹ بولتے ہیں میں نے
انہیں جو فرصت عمل دی تھی۔ دس سال، بیس سال، پچاس سال اس
میں انہوں نے اپنا مزاج سیٹ کر لیا۔ اب اگر واپس جائیں گے تو
پھر برائی کریں گے۔ جنت و دوزخ کو دیکھنے کے بعد عرصہ محشر کو
دیکھنے کے بعد اگر میں انہیں دنیا پہ بھیج دوں پھر یہ برائی کریں گے
اور اللہ نے جو فرمایا سچ فرمایا۔ انسانی مزاج بن جاتا ہے۔ انہیں
کرکٹ دیکھنے کی بجائے، تاش کھیلنے کی بجائے، ہوٹل میں گپ
لگانے کی بجائے، بیس اخباروں کو سارا دن پڑھنے کی بجائے اولیت
اس بات کو دینی چاہیے کہ میرا مزاج کیا بنتا جا رہا ہے۔ اخبار پڑھنا
منع نہیں اخبار پڑھو کہ دنیا سے باخبر رہو، کاروبار کرو کہ کام کرنا
عبادت ہے، اللہ کے پیغمبر ﷺ نے جو رہنمائی فرمائی ہے اس کے
مطابق عمل کرو، شادیاں کرو، گھر بناؤ، سب کچھ کرو، کشتی پانی میں ہی
چلتی ہے ریت پر نہیں چلا کرتی، زندگی دنیا میں ہی گزارنی ہے دنیا
سے ہٹ کر نہیں۔ لیکن پانی کشتی میں نہیں آنا چاہیے ورنہ ڈوب

جائے گی۔ دنیا میں رہو جس طرح کشتی سمندر میں رہتی ہے جب پانی
کشتی میں آ گیا جب دنیا دل میں آ گئی تو غرق کر دے گی۔ کشتی کو
چلنا تو پانی میں ہی ہے ریت پہ تو نہیں چلتی لیکن پانی کو کشتی کے اندر
نہیں آنے دینا۔ دنیا میں رہو کام کاج کرو کھاؤ پیو لباس اچھا پہنو بلکہ
حکم ہے مسنون ہے کہ اللہ نے جو حیثیت تمہیں دی ہے ویسا ہی
لباس پہنو بلکہ منصوص ہے وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ الضحیٰ:11
حضور ﷺ فرماتے ہیں آدمی کی ظاہری حالت، کھانے پینے، اٹھنے
بیٹھنے سے اللہ کی نعمتوں کا اظہار ہونا چاہیے، جو حیثیت اسے اللہ نے
دی ہے اس کے مطابق رہے۔ یہ ضروری نہیں کہ پھٹے پرانے
کپڑے پہن لے، کپڑے نہ دھوئے میلے کر لے، بے ہنگم کپڑے
پہن لے تو وہ ولی اللہ ہو جاتا ہے کسی مکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے
ولایت اس کی دوستی کا نام ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ کس کے ساتھ
اس کا رشتہ الفت ہے۔ لوگوں کو دکھانے سے ولایت نہیں بنتی۔
معاملہ بندے اور اس کے مالک کے درمیان ہے۔ طالب اور
مطلوب کے مابین ہے کسی تیسرے کو دخل نہیں، دنیا کا ہر کام کرو اس
کے خوبصورت انداز بتا دیئے گئے ہیں۔ حلال کماؤ حلال اور جائز
طریقے سے مال جمع کرو اور پھر اس پر زکوٰۃ دو، مال جمع کرنا منع ہوتا
تو پھر اس پر زکوٰۃ کیوں فرض ہوتی لیکن حلال جمع کرو حلال کھاؤ پیو،
حلال بھی ہو، طیب بھی ہو، حلال کو ناپاک نہ کرو پاکیزہ ہو، میرے
بھائی یہ بڑے فکر کی بات ہے، اس دنیا کے تھوڑے سے عرصے میں
ایک مزاج بن جاتا ہے پھر وہ دوزخ کو دیکھ کر بھی نہیں بدلتا اگر
دوبارہ زندگی مل جائے بندہ پھر وہی چوریاں، ڈاکے، بے ایمانیاں
شروع کر دیتا ہے۔ یہ آج ہمارے پاس موقع ہے اس سے پہلے کہ
آنکھ بند ہو جائے آج موقع ہے کہ اس مزاج کو درست کیا جائے۔
انسان کیسی عجیب مخلوق ہے یہاں جو مزاج بنا تا ہے وہ اتنا مضبوط
بنا تا ہے کہ پھر دس دفعہ زندگی ملے تو ویسا ہی ہوگا۔ یہ جو ہم سمجھ رہے

ہیں کہ گزر رہی ہے یہ گزارنے کیلئے نہیں ہے یہ زندگی کا کام کرنے کیلئے ہے زندگی اپنے آپ کو بنانے کیلئے ہے۔ اگر آپ چھوڑ دیں گے تو پھر کیا بنے گا۔ زندگی اپنے آپ کو بنانے کیلئے ہے کہ اللہ کا طالب بن جائے، اللہ کا بندہ بن جائے، اللہ کو یاد کرے، اللہ کی اطاعت کرے، حضور اکرم ﷺ کی غلامی کو شعار بنالے، اگر نہ کرسکا تو جو اس زندگی میں بن گیا بن گیا پھر وہ تبدیل نہیں ہوگا دوبارہ زندگی ملی تو پھر ویسا ہی ہوگا جیسے پہلے زندگی میں تھا۔ تو پھر اس زندگی کی کتنی اہمیت ہوگی لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت اندازوں پر ناپ تول کر بنایا ہے لیکن فرمایا ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ اگر ہم سے پلٹتا ہے تو ہم اسے نچلوں سے نچلے ذلیل ترین طبقے میں بھیج دیتے ہیں۔ ایک ظاہری چیز کو تو آپ سمجھ سکتے ہیں۔ جو جتنی بلندی سے گرتا ہے اتنا ہی چکنا چور ہوتا ہے۔ اگر شرف انسان کو اتنی بلندی پر لے گئے تو وہاں سے جو گرے گا وہ اتنا چکنا چور ہوگا۔ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ اتنا ہی نیچے چلا جائے گا۔ فرمایا پھر یہ اتنا جلیل ہو جاتا ہے اور ایسی گندی چیز بن جاتا ہے کہ اسے دس دنیائیں بھی دو پھر ویسے کا ویسا ہی رہتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ جو میرے نبی ﷺ کی بات نہیں مانتے۔ یہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ اسکی تعبیر کا انتظار کر رہے ہیں۔ جو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت سامنے ہوگی لیکن جب وہ سامنے آجائے گی تو پھر ماننے کا موقع نہیں ہوگا۔ جو جیسا بن گیا سو بن گیا۔

تو میرے بھائی قرآن کریم ہمیں دعوت فکر دیتا ہے کہ اللہ نے تمہیں بہت خوبصورت بنایا ہے اب اس کو بگاڑو نہیں۔ اب اس کو سنبھالو۔ جیسا اس نے ہمیں گناہ کے بغیر اور بڑا نیک پاک دنیا میں پیدا کیا ایسے تو ہم نہیں جاسکتے۔ سوائے انبیاء کے کوئی معصوم عن الخطاء نہیں ہے۔ یہ تو نبیوں کا مقام ہے کہ جس طرح دنیا میں آئے اس سے زیادہ پاک دامن لے کر دنیا سے تشریف لے گئے۔ یہ میری آپ کی ماوشما کے بس کی بات نہیں ہے، لیکن اگر ایسے پاک دامن نہیں رہ سکتے تو دامن کو کیچڑ سے لتھڑنا کیا ضروری ہے؟ غلاظتوں سے دامن کو آلودہ تو نہ کریں اور ہر کام جو خلاف سنت ہے وہ دنیا کی غلاظت ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل شدن
نے لباس و نقرہ و فرزند و زن

بیوی بچے ہونا، مال و دولت ہونا، دنیا نہیں ہے۔ دنیا اللہ سے غافل ہونے کا نام ہے۔ روزی کا ہونا بیوی بچوں کا ہونا یہ دنیا نہیں ہے۔ دنیا اللہ کی عظمت سے غافل ہونے کا نام ہے۔ اللہ نے ہمیں بہت خوبصورت بہت اچھا، اور ہر طرح سے موزوں ترتیب دیا ہے پھر ہم پر بڑی مہربانی فرمائی کہ ہم پر انبیاء ورسل بھیجے، اپنی کتابیں بھیجیں ہم تو وہ خوش قسمت ہیں جن کیلئے امام الانبیاء الرسلین آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ ہمیں قرآن کریم عطا فرمایا اور قرآن کی تفسیر حضور ﷺ اپنی سنت اپنے ارشادات اور اپنے اعمال سے فرمائی اور پھر اللہ کا احسان ہے کہ آج تک علماء حق سے ان کی حفاظت کا کام لے رہا ہے۔ ایک ایک حدیث ایک ایک لفظ نبی کریم ﷺ کا ہے۔ ایک ایک ادا ہم تک پہنچائی جارہی ہے۔ ہم کیا چاہتے ہیں؟ ہم کیا بننا چاہتے ہیں؟ ہم نے دنیا کے کتوں کو اپنا پیشوا بنالیا ہے جو لوگ دنیا تلاش کرتے کرتے اللہ سے غافل ہو کر مر گئے وہ ہمارے پیشوا بن گئے۔ ان کی برسیاں منائی جارہی ہیں۔ ان کو یاد کیا جارہا ہے۔ عورتوں نے دوپٹے گلے میں ڈال رکھے ہیں کپڑے ایسے پہنے ہوئے ہیں جیسے نہ پہنے ہوئے ہوں۔ گاڑیوں پہ ٹرینوں پر چڑھ رہی ہیں۔ فلاں زندہ ہے زندہ ہے کے نعرے لگ رہے ہیں۔ اگر وہ زندہ ہے تو برسی کیوں منا رہے ہو۔ برسی کس بات کی؟ کوئی کہیں بھاگا جارہا ہے کوئی کہیں، سب ٹکڑے کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ ایک ٹکڑا کسی کے ہاتھ میں

ہے اور وہ دیتا بھی نہیں جیسے کوئی کتے کو پیچھے لگالے اسے روٹی دکھاتا رہے ڈالے نہیں وہ پیچھے بھاگتا آئے گا۔ وہی حال ہمارا ہوگیا ہے۔ جدھر سے ہمیں تھوڑی سی منفعت ملتی ہے ادھر بھاگ اٹھتے ہیں۔ ارے محمد رسول اللہ ﷺ کے دروازے کی طرف بھاگو جہاں سے کچھ ملتا ہے۔ کچھ نہیں سب کچھ ملتا ہے۔ ادھر کوئی نہیں بھاگتا، بھاگے جارہے ہیں، بدعات بنالیتے ہیں، رسومات بنالیتے ہیں اور پھر اس پر خوش ہوتے ہیں کہ اس پر نجات بھی ہوگی کمال ہے۔

خلاف پیغمبر کسے را گزید
تو ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

خلاف سنت جو چلے گا وہ کسی مقام پر نہیں پہنچے گا گھر نہیں پہنچے گا جہنم جائے گا۔ گھر تو جنت ہے۔ اللہ کے بندوں کیلئے اللہ نے جو گھر بنایا ہے وہ جنت ہے اور جو اللہ کی عظمت کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے دوزخ ہے اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ البقرہ :24 دوزخ بنائی گئی ہے کافروں کیلئے، کلمہ گوؤں کو ان کے گھر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے کلمہ نصیب ہوگیا تو اپنے گھر کی طرف جاؤ تم کافروں کی طرف کیوں چل دیئے ان جیسے اعمال کیوں؟ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ وہ تو کافروں کیلئے بنی تھی تم اسلام کا دعویٰ کرتے ہو پھر بھاگ کدھر رہے ہو کیا کر رہے ہو۔ وہ تمہارا گھر تو نہیں ہے۔ ہندوؤں کا کافروں کا، مشرکوں کا، بے دینوں کا گھر ہے تم ادھر کیوں بھاگ رہے ہو؟ بڑے نفیس انداز سے قرآن کریم فرماتا ہے یہ تمہارے لئے تو بنی ہی نہیں وہ تو بنائی کافروں کیلئے ہے۔ تمہارے لئے تو اس نے بے شمار بہترین باغات، بہترین گھر، بہترین نعمتیں جنت بنائی، ادھر جاؤ، ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہم سنت چھوڑ دیتے ہیں اور بدعات کو شعار بنالیتے ہیں اور پھر اس پر نجات کی امید رکھتے ہیں اور بدعات میں اتنے شدید ہیں کہ جو بدعت میں شرکت نہ کرے اسے کہتے ہیں یہ مسلمان ہی نہیں۔ حد ہوگئی۔

ہماری دوسری مصیبت یہ ہے کہ ہمارے سارے پیمانے دوسروں کیلئے ہیں۔ دوسروں کو جانچتے رہتے ہیں کہ یہ بھلائی کر رہا ہے یا برائی، یار اس کا حساب تم نے لینا ہے؟ اپنے آپ کو جانچو جیسے ؟ سانس آئی آئی نہ آئی تو گئے، دل دھڑکا نہ دھڑکا تو گئے، میرے بھائی کسی لمحے ڈور کٹ سکتی ہے۔ اپنے آپ کو جانچو کم از کم گناہ ہی سہی دامن میں ساتھ ندامت تو لے جاؤ وہ کریم ہے بخش دے گا۔ تو زندگی کے یہ تھوڑے سے لمحے بہت قیمتی ہیں۔ خوش نصیب ہیں آپ لوگ کہ آپ کو اللہ کی یاد نصیب ہے۔ سلطان الاذکار نصیب ہوا، اس پہ وقت لگاؤ توجہ دو، جتنا زیادہ وقت لگ سکے لگاؤ، مراقبات پہ خصوصی توجہ دیا کریں۔ یہ نعمتیں حقیقی ہیں۔ یہ ساتھ جانے والی ہیں دنیا کی لذتیں مادی۔ یہیں رہ جائیں گی۔ اپنا نصیب کھانا ہے۔ جو قسمت میں لکھا ہے وہی کھانا ہے۔ جو وجود کا حصہ بننا ہے وہ طے شدہ ہے۔ فضول لالچ میں وقت ضائع نہ کیا جائے۔ اللہ آپ سب کو توفیق دے۔ حاضر و غائب سب کو محنت کی توفیق دے اور سب کی محنت کو بارآور کرے۔ باتیں احتیاط سے کرو تھوڑی کرو اچھی کرو، ہر بات دل پہ ایک نقش چھوڑتی ہے بہت زیادہ اثر کرتی ہے۔ دل کو صاف کرتی ہے یا میلا کرتی ہے، شیشہ سامنے ہو تو ہر سانس اس پہ اثر چھوڑتا ہے، دل کے آئینے پر ہر لفظ منہ سے نکلا ہوا ایک اثر چھوڑتا ہے، اچھی بات کرو، اللہ کی بات کرو، اللہ کے حبیب ﷺ کی بات کرو، غلط باتیں برا اثر چھوڑتی ہیں۔ غلط کام دل کی دنیا تباہ کر دیتے ہیں، اعمال کی اصلاح کرو اور اللہ کو یاد کرو۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

جد امجد نسبت اویسیہ

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انبیاء کے بعد افضل ترین انسان خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کا وصال جمادی الثانی میں ہوا۔
اس موقع پر حیات جاوداں حصہ دوم میں سے آپ کی سوانح کا ایک حصہ نذر قارئین ہے۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ

جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ (النساء آیت 69)

قرآن حکیم میں انبیاء علیہم السلام سے متصل صدیقین کا ذکر ہوا اور اس کے بعد شہداء کا' یہ تینوں ہی شہادت کے مدارج ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی' اس کی صفات اور اس کے پیغام پر کامل و اکمل شہادت انبیاء علیہم السلام نے دی۔ اس کی تصدیق غیر انبیاء میں سے کامل و اکمل درجہ میں صدیقین کے حصہ میں آئی اور ان کے بعد شہداء اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے منصب شہادت پر فائز ہوئے۔ اس طرح غیر انبیاء میں بلند ترین درجۂ شہادت صدیقین کے حصہ میں آیا ہے جو شہداء پر فضیلت رکھتے ہیں۔ صدیقین میں سے اکمل ترین درجہ صداقت صرف ایک ہستی کو اس پائے کا حاصل ہوا کہ کوئی اور اس درجہ تک نہ پہنچ سکا' وہ تھے خلیفۃ رسول اللہ ﷺ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حسب ونسب

قبیلہ قریش کی شاخ تمیم کے ابوقحافہ کے ہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش 571/572ء یعنی سال عام الفیل کے اڑھائی برس بعد ہوئی' گویا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے عمر میں اڑھائی برس چھوٹے تھے۔ قریش کی شاخ تمیم' خاص اہمیت اور مرتبہ کی حامل تھی کہ خون بہا اور تاوان کی رقم مقرر کرنا اس کے سپرد تھا۔ گھر والوں نے عبداللہ نام تجویز کیا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کنیت ابوبکر سے مشہور ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ابن ابی قحافہ کا نام بھی مستعمل ہے۔ ایک روایت میں حضور ﷺ نے یہ نام بھی استعمال فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "عتیق" کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے جس کی تشریح آقائے نامدار ﷺ نے یہ فرمائی کہ وہ جہنم سے آزاد ہیں' هٰذَا عَتِيْقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شجرہ نسب پانچویں پشت میں حضور ﷺ سے جاملتا ہے۔

رفاقت قبل از بعثت

اعلانِ بعثت سے قبل بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحمت عالم ﷺ سے مثالی رفاقت تھی۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کے اخلاق وفضائل سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاص مماثلت رکھتے تھے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بعثت کے موقع پر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کے متعلق جو الفاظ استعمال کئے کہ آپ ﷺ اقربا پر شفقت فرماتے ہیں' سچ بولتے ہیں' بیواؤں' یتیموں اور بے کسوں کی دستگیری کرتے ہیں' مہمان نوازی فرماتے ہیں' وہی الفاظ عرب کے ایک سردار ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف میں قریش مکہ کے سامنے ادا کئے۔ اس

نے کہا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقرا ومساکین کے دستگیر ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، مہمان نواز ہیں، حق کی راہ میں جو لوگ مصائب جھیلتے ہیں ان کے مددگار ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادات حضور ﷺ کے مزاج کا پرتو نظر آتی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچپن سے ہی اخلاقِ حمیدہ اور اوصاف جمیلہ سے متصف تھے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں ہی انہوں نے اپنے اوپر شراب حرام کر رکھی تھی۔ اخلاق وفضائل کی مماثلت نے آپس میں تعلقات اس قدر بڑھا دیئے تھے کہ حضور ﷺ صبح شام دونوں وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لاتے اور یہ دستور مکی زندگی میں اعلان بعثت کے بعد بھی عرصے تک جاری رہا۔

تصدیق وشہادت

نزول وحی کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن میں تھے۔ واپس آئے تو حاضر خدمت ہوئے۔ آقائے نامدار ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اعلانِ بعثت فرمایا تو اقرار شہادت میں انہوں نے لمحہ بھر توقف نہ کیا۔ وہ تو پہلے سے ہی اعلانِ نبوت کے منتظر تھے۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ میں نے جس کسی پر اسلام پیش کیا وہ متردّد ہوا لیکن ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بلا جھجک اور بلا تامل میری تصدیق کی اور فوراً ایمان لے لائے۔ علامہ بیہقیؒ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے ہی آثارِ بعثت اور دلائل نبوت کی تصدیق کر چکے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے رویائے صادقہ کے ذریعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغمبر آخرالزمان ﷺ کی بعثت کی خبر دی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح میں دو ایسی رویائے صادقہ کی خبر ملتی ہے۔ پہلے خواب کی تعبیر میں بحیرا راہب نے انہیں خبر دی تھی کہ تمہاری قوم میں ایک عظیم الشان رسول مبعوث ہوں گے۔ دوسرے خواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ایک چاند مکہ معظمہ پر طلوع ہو کر مختلف حصوں میں بٹ گیا اور ان میں سے ایک ٹکڑا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں داخل ہوا۔ پھر تمام اجزا مل گئے اور پورا چاند آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں آ گیا۔ اہل کتاب میں ایک تعبیر کرنے والے نے بتایا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس نبی آخر الزمان ﷺ کی پیروی کریں گے جس کی آمد کا انتظار ہے اور اس کے تمام پیروکاروں میں سب سے فضیلت والے ہوں گے۔

حضرت سید علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صاحب مشاہدہ کہا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آقائے نامدار ﷺ کی روشن پیشانی پر نورِ نبوت کی ضیا فشانی کا مشاہدہ کر رہے تھے اور اعلان نبوت کے منتظر تھے۔

حضرت جیؒ فرماتے ہیں:

''صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی آپ ﷺ کے منتظر تھے اور حضور ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے ہی آپ ﷺ کی نبوت پر ایمان رکھتے تھے۔ چنانچہ جونہی حضور ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایمان کا اظہار کر دیا۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق و شہادت میں ایمان وتیقن کی وہ کیفیت نظر آتی ہے جس میں اول تا آخر کسی لمحہ، کسی دلیل یا وضاحت کی ضرورت پیش نہ آئی۔

لقب صدیق

حضور ﷺ کا عالم بیداری میں معراج جسمانی ایک ایسا محیر العقول واقعہ ہے جس کی دنیا کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ معراج شریف سے واپسی پر سرورِ کائنات ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ دنیا میں سب سے پہلے اس کی تصدیق کون کرے گا۔ جواب ملا: ''ابوبکر صدیق'' گویا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ''صدیق'' سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے استعمال کیا۔

ابوجہل نے واقعہ معراج سنا تو طنزاً حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا کہ آج آپ کے دوست نے عجیب بات کہی ہے کہ راتوں رات مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کا سفر کیا ہے اور آسمانوں کی سیر کی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر حضور ﷺ نے کہا ہے تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے یہ جواب سنا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لقب ''صدیق'' سے سرفراز فرمایا۔

سکینۃ الاولیاء میں محمد دارا شکوہ نے معراج کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول مزید کا ذکر کیا ہے:

''اگر سرور عالم ﷺ یہ فرماتے کہ مجھے تمام اہل خانہ سمیت معراج حاصل ہوا ہے تو یقیناً میں قبول کرتا۔''

ایثار و قربانی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایمان لانے کے بعد اپنا تن، من، دھن سبھی کچھ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے وقف کر دیا۔ جب مسلمانوں کی تعداد 39 ہوگئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے یہ عرض کرتے ہوئے بیت اللہ میں دعوت عام کی اجازت مانگی کہ انہیں یہ دیکھ کر قلق ہوتا ہے کہ کفار تو اعلانیہ بت پرستی کریں لیکن دین حق محجوب و مستور رہے۔ حرم کعبہ میں اسلام کے حق میں یہ سب سے پہلی تقریر تھی جس کا سخت ردعمل ہوا۔ ہجوم کفار نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قدر زدوکوب کیا کہ بیہوش ہوگئے اور خاندان والوں نے زخمی حالت میں گھر پہنچایا۔ اس کا صلہ یہ ملا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کو نبی رحمت ﷺ کی دعا کے صدقے میں اسی وقت ایمان کی دولت نصیب ہوئی جبکہ والد ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خصوصی اعزاز ہے کہ ان کی چار پشتیں صحابی تھیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام قبول کرنے کے موقع پر چالیس ہزار درہم سرمایہ کے تاجر تھے اور مکہ کے اہل ثروت لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ ابن ماجہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ بیان نقل ہے کہ میں قریش میں سب سے بڑا اور متمول تاجر تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مال سے ان کنیزوں اور غلاموں کو خرید کر بکثرت آزاد کیا جو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں کفار کے ظلم کا شکار تھے۔ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت سات صحابۂ کبار بھی ان میں شامل ہیں۔ سفر ہجرت کے اخراجات کے لئے بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرمایہ کام آیا۔ مدینہ منورہ پہنچے تو پانچ ہزار درہم بچ گئے تھے۔ مسجد نبوی کی زمین دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی جو انہوں نے ہدیۃً پیش کر دی لیکن حضور ﷺ نے اس کی قیمت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دلوائی۔ غزوہ تبوک کے موقع پر گھر کا تمام اثاثہ پیش کر دیا اور جب آقائے نامدار ﷺ نے دریافت فرمایا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے تو عرض کیا:

ان کے لئے اللہ اور رسول ﷺ ہی کافی ہیں۔

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مالی ایثار کا تذکرہ خطبۂ حجتہ الوداع میں بھی فرمایا گیا۔ محسن انسانیت ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''رفاقت اور مال میں مجھ پر سب سے بڑا احسان ابوبکر کا ہے۔'' (متفق علیہ)

اللہ تعالیٰ کی معیت ذاتی میں شرکت

سفر ہجرت کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غارِ ثور میں حضور ﷺ کی رفاقت کا جو منفرد اعزاز حاصل ہے وہ صرف ان ہی کا حصہ ہے۔ آقائے نامدار ﷺ سے ان کی روزِ اول سے رفاقت کے پیش نظر عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سفر ہجرت میں ان کو آپ ﷺ کی ہمراہی کا شرف حاصل ہوا تو یہ بھی معمول کی رفاقت کے مطابق تھا۔ تفسیر حسن عسکریؒ میں مروی ہے کہ جب کفار نے حضور ﷺ کے قتل کا ناپاک منصوبہ بنایا تو جبرائیل امین حاضر خدمت ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچایا۔ کفار کی سازش سے آگاہ کرتے ہوئے یہ فرمان الٰہی بھی گوش گزار کیا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفر ہجرت میں ہمراہ لے جائیں۔ گویا سفر ہجرت کی یہ رفاقت احکم الحاکمین کے حکم کے تحت تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی حضور ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت ذاتی کے شرف سے سرفراز فرمایا جائے۔

حضرت جیؒ اور حضرت امیر المکرم نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اس پہلو کے حوالے سے بارہا ہدیۂ تبریک پیش کیا۔ منقبت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضرت امیر المکرم کا خطاب گزشتہ باب میں گزر چکا (جس میں آپ نے علامہ باذل کے اشعار کا حوالہ دیا۔) حضرت جیؒ بھی اپنے خطابات میں اکثر یہی اشعار پڑھا کرتے۔

اللہ تعالیٰ کی معیت تو ہر ایک کو حاصل ہے لیکن جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کی معیتِ ذاتی کا ذکر آیا اس کے لئے کسی صفت کی شرط لگا دی گئی لیکن قرآن حکیم میں صرف ایک مقام ایسا ہے جہاں معیتِ باری تعالیٰ جانبین کے لئے کسی شرط یا صفت کے بغیر اسمِ ذات کے حوالے سے بیان کی گئی ہے:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

فکر مند نہ ہوں اللہ تعالیٰ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ التوبہ ۴۰

یہاں مَعَنَا میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آقائے نامدار ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اس معیتِ ذاتی میں داخل ہو گئے جو صفات کی شرط سے ماوریٰ ہے۔ آقائے نامدار ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذاتی معیت کا یہ اعزاز صرف اس ہستی کو ملا جو روئے زمین پر بعد از انبیاء افضل ترین تھی اور اس اعزاز میں کوئی اور ان کے ساتھ شریک نہیں۔ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کی اتنی بڑی سند ہے جس کی رو سے علماء کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت و صحابیت قرآن مجید میں منصوص ہے اور اس بنا پر ان کی صحابیت کا منکر کافر ہے۔

وہ ساعتیں بھی کیا خوب تھیں جب اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ اور آپ ﷺ کے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہم معیت ذاتی میں شریک تھے، کسی شرط کا ذکر نہ کسی صفت کا تذکرہ۔ یہ ان جذبوں کی پذیرائی تھی جن کا اظہار غارِ ثور کی

تنہائیوں نے دیکھا۔ حبیب کبریاﷺ کا سر مبارک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں تھا۔ آپ ﷺ محو استراحت تھے اور ان تنہائیوں کے رفیق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمالِ نبوی ﷺ میں کھوئے ہوئے تھے۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس خواب کی تعبیر تھی جو انہوں نے اسلام لانے سے قبل دیکھا تھا کہ پورا چاند ان کی گود میں آ گیا ہے۔ اس عالم میں غارِ ثور کے آس پاس مکہ والوں کے قدموں کی آہٹ سنائی دینے لگی۔ یہ لوگ آقائے نامدار ﷺ کی جان کے درپے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب جانتے تھے کہ کفار کی آمد کا مقصد کیا ہے۔ اپنی ذات کے بارے میں تو وہ ہر فکر سے بے نیاز تھے لیکن ایک بے کلی کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ گود میں حبیب کبریا ﷺ کا رخ انور اور اطراف میں آپ ﷺ کے خون کے پیاسے کفارِ مکہ کے قدموں کی آہٹ۔ ایک طرف وہ ہستی جو باعث تخلیق کائنات ہے، رحمۃ للعالمین ہے، ان کفارِ مکہ کی بھلائی کے لئے مضطرب لیکن اب انہی کے ہاتھوں اپنے مولد و مسکن اور بیت اللہ کو چھوڑنے پر مجبور، دوسری طرف ناسمجھ کفارِ مکہ جو اپنے محسن اور خیر خواہ کی جان کے درپے ہیں۔

یقین تھا کہ حبیب کبریا ﷺ کی حفاظت کا ذمہ تو اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے جس کے حکم سے مکہ مکرمہ چھوڑا اور اب ہجرت کی پہلی منزل، غارِ ثور میں تین رات کے لئے پڑاؤ ڈال رکھا تھا لیکن اس عالم میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیثیت ایک امین کی سی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پورا گھرانہ آقائے نامدار ﷺ کی حفاظت اور خدمت پر مامور تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد بکریوں کے دودھ اور کھانے کی فراہمی تھی، غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بکریوں کا ریوڑ چراتے ہوئے پاؤں کے نشان مٹا دیتے۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس بات پر ابوجہل کے ستم کا نشانہ بنی تھیں کہ انہوں نے حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کچھ بتانے سے انکار کر دیا تھا۔ حفظ امانت کے مکمل اہتمام کے باوجود دشمن غارِ ثور تک آن پہنچا تھا اور مشرکین مکہ کی گھٹنوں سے نیچے ٹانگیں نظر آ رہی تھیں۔ اگر وہ جھک کر دیکھ لیں تو!

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل کی بے کلی کا اندازہ صرف وہی لگا سکتا ہے جس کی محبت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جذبوں جیسی گہرائی رکھتی ہو، محبوب محمد رسول اللہ ﷺ جیسا بے مثل و بے مثال ہو اور دشمن ابوجہل سا ظالم اور کمینہ ہو۔ حفاظت کے اہتمام میں تو کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا تھا لیکن کسی نادانستہ کوتاہی کی وجہ سے حبیب پاک ﷺ کو کوئی تکلیف نہ اٹھانی پڑے! حفاظت الٰہیہ پر مکمل بھروسے کے باوجود یہی فکر لاحق تھی۔ دل کی بے قراری حد سے بڑھی تو ان کے چہرے سے عیاں ہوگئی۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر مکمل یقین کے باوجود اور انعام و اکرام کی خبر مل جانے کے بعد بھی دل اتنا ہی زیادہ بے قرار ہو جاتا ہے کہ مبادا اپنی طرف سے کوئی کمی رہ گئی ہو! غزوہ بدر میں فتح کی بشارت مل چکی تھی یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ابوجہل اور دوسرے مشرکین مکہ کے مقتل کی نشاندہی بھی فرما دی تھی لیکن اس کے باوجود عریش بدر میں اللہ کے حضور دعا مانگتے ہوئے آپ ﷺ کا اضطراب اس قدر بڑھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دلاسا دینا پڑا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔

غارِ ثور میں کچھ اسی طرح کا معاملہ حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ درپیش تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ مبارک پر جب دل کی بے قراری کی جھلک دیکھی تو آقائے نامدار ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھارس کا یہ پیغام دیا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا

فکرمند نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حبیب پاک ﷺ کے رفیق غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی معیتِ ذاتی کے ذریعے وہ سکینہ نازل فرمادی جس نے دو عالم سے بے نیاز کر دیا اور کوئی حزن باقی رہا نہ فکر۔

آقائے نامدار ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے ثناخواں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ تم نے میرے رفیق غار کی نسبت بھی کچھ کہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! کہا ہے:

وَثَانِیَ اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ الْمُنِیْفِ وَقَدْ
طَافَ الْعَدُوُّ بِہٖ اِذْ صَاعَدَ الْجَبَلَا
بلند غار میں رفاقت کرنے والے جو دو میں دوسرے تھے
ایسے وقت میں جب کہ دشمن پہاڑ پر چڑھ کر تلاش میں تھا
وَکَانَ حُبَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَدْ عَلِمُوْا
مِنَ الْخَلَائِقِ لَمْ یَعْدِلْ بِہٖ اَحَدَا
لوگ جانتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے دوست ہیں
(انبیاء کے بعد) خلائق میں ان کا کوئی ہمسر نہیں

حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا:

''اے حسان تم نے سچ کہا، وہ ایسے ہی ہیں۔''

غارِ ثور کی تین راتیں

غارِ ثور میں آقائے نامدار ﷺ کی معیت میں تین راتوں کی قدر و قیمت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے! اس کی قدر و قیمت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب سمجھتے تھے۔ وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کرتے:

''مجھ سے میری تمام نیکیاں لے لو لیکن غار ثور کی تین راتوں میں سے صرف ایک رات عطا کر دو۔''

اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ درخواست قبول کر لیتے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے یہ سودا دنیا و آخرت سے زیادہ قیمتی ہوتا لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تمام نیکیاں پیش کرنے کے باوجود بھی قیمت نہ لگا سکے کیونکہ یہ اعزاز جس ہستی کا تھا، پوری کائنات میں کوئی اور اس میں شریک نہ ہو سکا۔

ایک مرتبہ ستاروں بھرے آسمان کو دیکھ کر حبیبۂ حبیب کبریا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: کیا کوئی شخص ایسا بھی ہوگا جس کی نیکیاں ان ستاروں سے بھی زیادہ ہوں گی؟ آپ ﷺ نے جواب دیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خیال تھا کہ شاید آپ ﷺ ان کے والد گرامی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیں گے۔ انہوں نے پھر پوچھا، اَیْنَ حَسَنَاتُ اَبِیْ بَکْرٍ کیا میرے والد کی نیکیاں اتنی نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، غارِ ثور کی ایک رات ان ستاروں کے برابر نیکیوں سے بڑھ کر ہے۔

ایک سعادت جو صرف رفیقہ حیات اور رفیق غار کے حصہ میں آئی

دامانِ رحمت ﷺ تمام جہانوں کے لئے جائے پناہ ہے۔ قیامت کی ہولناکیوں میں تمام انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام، پوری انسانیت، تمام مخلوق شفاعت مصطفیٰ ﷺ کی منتظر ہوگی کہ میدان حشر میں انتظار کی یہ کٹھن گھڑی تمام ہو لیکن وہ ہستیاں بھی کیا خوب تھیں جنہوں نے آپ ﷺ کو بھی حوصلہ دینے کی سعادت

حاصل کی۔ نزول وحی کے بعد آپ ﷺ غار حرا سے گھر تشریف لائے تو پورے بدن پر کپکپی طاری تھی۔ حریم ناز سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا' مجھے کمبل اوڑھا دو۔ یہ حالت دیکھ کر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کو حوصلہ دلایا۔ گھبرائیں نہیں' اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ضائع نہیں کرے گا۔

اسی طرح کا ایک موقع اور بھی آیا۔ عریش بدر میں آقائے نامدار ﷺ نے اللہ کے حضور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں:

''بارِالٰہا! یہ قریش اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ آج تیرے رسول (ﷺ) کی تکذیب پر تل گئے ہیں۔ اللہ! آج وہ مدد آ جائے جس کا تو نے وعدہ فرمایا تھا۔ بارِالٰہا! اگر آج تیرے یہ نام لیوا مٹ گئے تو قیامت تک تیرا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا۔''

آہ وزاری میں دوش مبارک سے چادر بار بار سرک رہی تھی جسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنبھالتے۔ حضور ﷺ کی یہ کیفیت دیکھ کر وہ خود بھی رقت میں ڈوب گئے اور عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! اب بس کیجئے۔ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔''

یہ سن کر حضور ﷺ خوشی کی حالت میں عریش بدر سے یہ آیت پڑھتے ہوئے باہر تشریف لائے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۝

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری اتنی جمعیت ہے کہ ضرور غالب رہے گی مگر عنقریب یہ جمعیت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی۔

(سورۃ القمر آیات 45'46)

آقائے نامدار ﷺ کی ڈھارس بندھانے کا یہ منفرد اعزاز یا تو رفیقہ حیات سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حصے میں آیا' یا پھر رفیق غار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا۔

فہم قرآن

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چشم بصیرت اور فراست کی نگاہ سے قرآنی اشاروں میں پنہاں حقیقت کا مشاہدہ کرتے اور اس کی شہادت دیتے۔ حضور ﷺ سے سورۂ روم کی آیات میں رومیوں کی فتح کی خبر سنی تو ابی بن خلف سے شرط لگا دی کہ رومی چند سالوں میں ایرانیوں پر غالب ہوں گے اور مسلمان مشرکین مکہ پر فتح حاصل کریں گے حالانکہ اسی وقت یہ دونوں امر محال نظر آتے تھے۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح کے ساتھ ہی ایرانیوں پر اہل روم کے غلبہ کی اطلاع ملی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرط کے سو اونٹ ابی بن خلف کے ورثاء سے وصول کئے اور اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیئے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جری اور صاحب خرد صحابہ پریشان تھے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قلب اس قدر مطمئن تھا کہ بیعت رضوان کرنے والے صحابہ کو حوصلے بانٹ رہا تھا حتیٰ کہ سورۂ فتح میں مسلمانوں کے غلبہ کی نوید کی اطلاع سے اس کی تصدیق ہوگئی۔ دوسری طرف اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کی خوشخبری پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین باہم مبارک دے رہے تھے لیکن صاحب مشاہدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے آقائے نامدار ﷺ کی دنیا سے روانگی کی خبر سمجھتے ہوئے رنج والم میں ڈوبے الگ بیٹھے تھے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کے اس پہلو کو بیان کرتے ہوئے حضرت جیؒ اکثر فرمایا کرتے:

''محدثین لکھتے ہیں: اَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ الْبُخَارِى یعنی کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب بخاری شریف ہے۔ اس کی کتاب التفسیر میں سورۃ النصر کے بارے میں آتا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۠

(جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور آپ ﷺ دیکھیں لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہوئے تو اپنے رب کی تسبیح بیان کریں اور شکر گزار ہوں اور اس سے بخشش طلب کریں، بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔)

جس وقت نبی کریم ﷺ نے یہ سورۃ پڑھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زاروقطار رونے لگے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے کہا، نبی کریم ﷺ تو فتح کی خوشخبری سناتے ہیں، دیکھو انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ بعد میں وہ سمجھے کہ ہم سب سے زیادہ جاننے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں:

اَعْلَمُنَا اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ ''

یہ فہم وفراست اور منشائے باری تعالیٰ کی سمجھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاصہ تھا جس کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت نے اکثر اعتراف کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس بات پر فرحاں تھے کہ فتح کی خوش خبری مل گئی اور اب اللہ تعالیٰ کے دین میں لوگوں کے فوج در فوج داخل ہونے کا وقت ہے لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سورۃ کو آقائے نامدار ﷺ کی روانگی کی خبر سمجھا کہ کارِ نبوت کی تکمیل کے بعد حبیب کبریا ﷺ کا اس دار فانی میں کیا کام!

جلد ہی وہ کٹھن لمحہ بھی آ گیا، حضور ﷺ کے داغ مفارقت سے صحابہ کرام میں کہرام مچا ہوا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار نکال رکھی تھی اور کہہ رہے تھے:

''جس شخص نے کہا کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی ہے میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔''

اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیا اور قرآن کی آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ تلاوت کی تو حقیقت حال سمجھ میں آئی کہ گویا یہ آیت اسی موقع کے لئے نازل ہوئی ہو۔

ماہنامہ المرشد میں اشتہار دینے کے خواہشمند متوجہ ہوں

جو حضرات اپنے یا اپنی کمپنی کے لیے ماہنامہ المرشد میں اشتہار شائع کروانا چاہتے ہیں وہ سرکولیشن منیجر ماہنامہ المرشد لاہور سے رابطہ کریں۔

دفتر: ماہنامہ المرشد۔ 17 اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون: 042-35182727

قارئین المرشد سے

التماس ہے کہ المرشد کے بارے میں اپنی آراء سے مستفیض فرمائیں اور اس کو زیادہ مفید اور معتبر بنانے کے لئے اپنی تجاویز سے نوازیں۔

نیز یہ بھی گزارش ہے کہ اہل حضرات اپنے مضامین بھجوائیں جو ساتھیوں کی رہنمائی اور نئے قارئین کے لیے نفس کی اصلاح کا سبب بن سکیں۔ یا ایسے واقعات وتجربات تحریر فرمائیں جو سبق آموز ہوں۔

(مدیر ماہنامہ المرشد)

خلیفۃ رسول اللہ ﷺ

آقائے نامدار ﷺ کے عالم آب و گل سے عالم برزخ میں تشریف لے جانے کے بعد انصار و مہاجرین جن مشکل حالات سے دوچار ہوئے' ان کے بارے میں وہ سوچ سکتے تھے نہ ذہنی طور پر تیار تھے۔ اس گومگو کی کیفیت اور غیر یقینی صورتحال میں صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہی شخصیت تھی جس پر اتفاق رائے ممکن تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سے وہ گرد چھٹ گئی جو ایک بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہو سکتی تھی۔

ثقیفہ بنی سعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت پر اتفاق رائے کی بنیاد یہ بنی کہ حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نمازوں کی امامت کا حکم دیا تھا اور یہ کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے رفیق غار تھے۔ اگرچہ یہ سیاسی پہلو بھی زیر بحث آیا کہ عرب قریش کے سوا کسی کی امارت نہیں مانیں گے لیکن حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطاب کے بعد کہ انصار کی خدمات صرف رضائے الٰہی کے لئے تھیں' انصار و مہاجرین یا قریش اور غیر قریش کی بات نہ رہی۔ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کے ساتھ ہی انصار کی بیعت کا آغاز ہو گیا۔ انصار کی بیعت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہاجرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تمہارا امیر اس شخص کو بنایا جو تم میں سے سب سے بہتر ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا مقرب ہے اور یہی وہ شخص ہے جسے غارِ ثور میں آنحضرت ﷺ کی رفاقت نصیب ہوئی۔ اس کے حلقہ بیعت میں شامل ہو جاؤ۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مختصر خطاب سننے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیعت کے لئے اس طرح دیوانہ وار بڑھے کہ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ رسول اللہ ﷺ تھے جو صرف اور صرف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا اعزاز ہے۔ باقی تینوں خلفائے راشدین کو امیر المومنین کہا جاتا ہے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ تھے جو کسی غیر نبی کے لئے سب سے بڑا مقام ہے اور پوری انسانیت میں وہ صرف ایک ہی ہیں' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ!

آقائے نامدار ﷺ نے خود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس عالی مقام پر متعین فرمایا۔ آخری ایام میں شدت مرض کے باعث حضور ﷺ باہر تشریف نہ لا سکے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سترہ نمازوں کی امامت کرائی۔ اس دوران ایک مرتبہ آقائے نامدار ﷺ دو اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور دوران امامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے ہٹنے لگے تو آپ ﷺ نے اشارے سے منع فرمایا۔ ادائیگی نماز کی صورت یہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام الانبیاء ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے اور تمام مقتدی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدا کر رہے تھے۔ گویا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عملاً خلیفۃ رسول اللہ ﷺ نامزد فرما دیا گیا تھا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

لَایَنْبَغِیْ لِقَوْمٍ فِیْهِمْ اَبُوْبَکْرٍ اَنْ یَّؤُمَّهُمْ غَیْرُهٗ اَوْ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (ترمذی)

جس قوم میں ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں' اس کے لئے

مناسب نہیں کہ ان کے علاوہ کوئی اور شخص امامت کرے۔

حضور علیہ السلام نے 9 ہجری میں 300 بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مشتمل ایک قافلۂ حج روانہ فرمایا جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا۔ صلح حدیبیہ کا معاہدہ لکھا گیا تو حضور اقدس علیہ السلام کے دستخط مبارک کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دستخط کئے۔ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں ایک عورت آئی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا' پھر آنا۔ اس نے پوچھا اگر میں آؤں اور آپ علیہ السلام کو نہ پاؤں تو کیا کروں؟ فرمایا: اِنْ لَّمْ تَجِدِیْنِیْ فَأْتِیْ اَبَا بَکْرٍ اَوْ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ علیہ السلام (اگر تو آئے اور مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس آ) (متفق علیہ)۔

ایسے متعدد واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اشارتاً' قولاً اور عملاً اپنے خلیفہ کے طور پر تعیین فرما دی تھی۔ نہ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت' بلکہ کفار بھی اس حقیقت سے بخوبی آشنا تھے۔

غزوۂ احد میں لشکر اسلام کو میدان خالی کرنا پڑا تو ابوسفیان نے قریبی پہاڑی پر کھڑے ہو کر آواز دی ''مسلمانوں! کیا تم میں محمد علیہ السلام ہیں'' آپ علیہ السلام نے جواب دینے سے روک دیا تو اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لے کر پکارا' گویا کفار بھی خوب جانتے تھے کہ حضور علیہ السلام کے بعد ترتیب کیا ہوگی۔

آقائے نامدار علیہ السلام دار دنیا سے دار آخرت میں تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت خلافت لینے کے بعد ارشاد فرمایا:

وَاللّٰہِ مَا کُنْتُ حَرِیْصًا عَلَى الْاِمَارَةِ یَوْمًا وَّلَا لَیْلَةً قَطُّ وَلَا کُنْتُ فِیْھَا رَاغِبًا وَّلَا سَئَلْتُھَا اللّٰہَ قَطُّ فِی سِرٍّ وَّعَلَانِیَةٍ وَّمَالِی فِی الْاِمَارَةِ مِنْ رَاحَةٍ

قسم ہے اللہ تعالیٰ کی! میں نے کبھی ایک دن یا ایک رات بھی امارت کی خواہش نہیں کی' نہ ہی میں اس کے لئے اپنے اندر کوئی رغبت رکھتا تھا اور نہ ہی میں نے کبھی خفیہ یا اعلانیہ اسے اللہ تعالیٰ سے مانگا اور نہ ہی امارت میرے لئے کوئی سامان راحت ہے۔

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اَطِیْعُوْنِی مَا اَطَعْتُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنْ عَصَیْتُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَلَاطَاعَةَ لِیْ عَلَیْکُمْ

میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کی اطاعت کرتا ہوں لیکن اگر میں اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کی نافرمانی کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر رسول علیہ السلام پر بیٹھے تو حاضرین میں سے کسی نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفۃ الرسول علیہ السلام کہہ دیا۔ فرمایا: خلیفۃ الرسول علیہ السلام صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لئے امیر المومنین کہنے کی اجازت دی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی اطلاع ملی تو فرمایا:

''اَلْیَوْمَ انْقَطَعَتْ خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ'' آج خلافت نبوت کا انقطاع ہو گیا۔''

ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا

حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کے لئے نامزد کیا تھا تو انہوں نے فرمایا:

''واللہ! حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا اور نہ وہ اس درجہ کے متقی اور اللہ کے جاننے والے تھے کہ اگر ان کو حکم نہ ہوتا تو ہرگز مسلمانوں پر چھلانگ نہ لگاتے''، یعنی فوراً خلیفہ نہ بن جاتے۔

حضرت جیؒ نے ایک مرتبہ فضیلت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موضوع پر خصوصی خطاب فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا پہلو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''حضور ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عملاً خلیفہ مقرر فرما دیا۔ نماز کے تابع زکوٰۃ ہے اور حج کے تابع جہاد ہے۔ آپ ﷺ نے نماز میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا اور حج میں خلیفہ بنا کر بھیجا تاکہ دنیا دیکھ لے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے دیکھا، زمین کی مخلوق نے دیکھا، آسمانوں کی مخلوق نے دیکھا۔ شاہ ولی اللہؒ نے قرۃ العین فی فضیلۃ الشیخین میں بیان کیا کہ حضور ﷺ نے زبان سے، قولاً امت کو کہہ دیا کہ میرے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا، اپنے باپ اور بھائی کو بلاؤ کہ میں ان کو خلافت لکھ دوں۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ لِی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ مَرَضِهٖ اُدْعِیْ لِیْ اَبَابَكْرٍ اَبَاكِ وَاَخَاكِ حَتّٰی اُكْتُبَ كِتَابًا فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّتَمَنّٰی مُتَمَنٍّ وَیَقُوْلَ قَائِلٌ اَنَا اَوْلٰی وَیَابَی اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَا بَكْرٍ ۔اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری میں فرمایا کہ اپنے والد ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور اپنے بھائی کو بلا لو تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کہنے والا کہے، میں زیادہ بہتر ہوں حالانکہ اللہ اور مومنوں کے نزدیک ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سوا کوئی دوسرا بہتر نہیں۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے 2 سال 3 ماہ 10 دن کے مختصر دورِ خلافت میں سلطنت اسلامیہ کو استحکام ملا۔ نوزائدہ سلطنت کے خلاف ہونے والی بغاوتوں اور سازشوں کی نہ صرف سرکوبی ہوئی بلکہ سلطنت کی حدود میں بلادِ عراق، شام اور ایران کا اضافہ ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتہائی مختصر دورِ خلافت میں اس قدر مہمات سر ہوئیں جس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت کا پہلا خطبہ مختصر ترین ہوتے ہوئے جامع ترین تھا۔ اس خطبہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد ملت اسلامیہ کے حسب حال اور آج کے ابتر حالات کی اصلاح کا حل تجویز کرتا ہے:

لَا یَدَعُ قَوْمٌ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِلَّا ضَرَبَهُمُ اللّٰهُ بِالذُّلِ وَلَا یُشِیْعُ قَوْمٌ قَطُّ الْفَاحِشَةَ اِلَّا عَمَّمَهُمُ اللّٰهُ بِالْبَلَاءِ

''جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے اللہ اس پر ذلت مسلط کر دیتا ہے اور جس قوم میں فحاشی پھیل جاتی ہے اللہ اس کو مصائب میں گرفتار کر دیتا ہے۔''

سورۃ ال عمران، آیات 7 تا 101

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

27.7.2010

''اہل اسرار کے کلام کے ساتھ معاملہ''

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؁ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا.

ال عمران:7

ترجمہ: سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کے اسی حصے کے پیچھے ہولیتے ہیں جو مشتبہ المراد ہے شورش ڈھونڈنے کی غرض سے حالانکہ ان کا مطلب بجز حق تعالیٰ کے کوئی اور نہیں جانتا۔ جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں۔ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔

''اس آیت سے ایسے کلام کے ساتھ معاملہ کرنے کی کیفیت معلوم ہوتی ہے جس کا صادق ہونا ثابت ہو مگر مراد اس کی واضح نہ ہوئی ہو اور وہ معاملہ یہ ہے کہ ایسے کلام کی اجمالاً تصدیق کی جاوے اور تفصیلاً اس کی کاوش نہ کریں اور محققین نے یہی حکم کیا ہے۔ ان اہل اسرار کے کلام کے باب میں جن کا صدق ان کے احوال سے معلوم ہو اور ان کی مراد معلوم نہ ہوئی ہو۔ پس سلامتی اسی میں ہے کہ نہ ان پر انکار کیا جاوے اور نہ اس کلام کے ظاہر پر اعتقاد کیا جاوے''۔

....

فرمایا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اہل اللہ سے بعض ایسی باتیں ظاہر ہوتی ہیں جو عقلاً ہماری سمجھ میں نہیں آتیں کہ یہ کیسے ہوگیا۔ اس کی تہہ تک یا حقائق تک یا اس کے اسباب تک ہم نہیں پہنچ سکتے تو فرماتے ہیں کہ اس کی تفصیل میں جانا بھی نہیں چاہیے۔ اجمالاً یہ اعتبار کرنا چاہیے کہ یہ بندہ نیک ہے۔ یہ جھوٹ نہیں بول رہا۔ آگے اس کی تحقیق میں نہیں پڑنا چاہیے کیونکہ وہ ہمارے بس سے باہر ہے۔

....

خوارق کا اثبات

''قولہ تعالیٰ: يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ

ال عمران:13

ترجمہ: یہ کافر اپنے کو دیکھ رہے تھے کہ ان مسلمانوں سے کئی حصہ ہیں کھلی آنکھوں دیکھنا۔

''اس میں خوارق عادات کا اثبات ہے''۔

....

فرمایا۔ اس آیہ کریمہ میں نبیؐ کے معجزات اور ولی کی کرامات کے ثابت ہونے کی دلیل ہے۔

....

اخلاق طبعیہ کا غیر مقدور ہونا اور عقلیہ کا مقدور ہونا۔

''قولہ تعالیٰ: زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ

بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ . ال عمران : 14

ترجمہ: خوشنما معلوم ہوتی ہے لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی عورتیں ہوئیں، بیٹے ہوئے، لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے چاندی کے، نمبر لگے ہوئے گھوڑے ہوئے، مویشی ہوئے اور زراعت ہوئی۔

یہ سب استعمالی چیزیں ہیں دنیوی زندگانی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ فرما دیجئے کیا میں تم کو ایسی چیز بتلا دوں جو بہتر ہو ان چیزوں سے۔

''قول اول میں الناس سے مراد جنس ناس ہے اور مزین اللہ تعالیٰ ہیں۔ روح المعانی میں ابن ابی حاتمؒ کی روایت سے حضرت عمرؓ سے اس کی تائید نقل کی ہے۔ پس اس تفسیر پر یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ انسان اس محبت کے ازالہ کا بوجہ اس کے طبعی ہونے کے مکلف نہیں ہے اور دوسرے قول میں بیان ہے آخرت کی حب عقلی کا اور اس کے مکلف ہونے کا اس طرح کہ اس کو عملاً حب اول پر ترجیح دے اور باب اخلاق میں یہ ایک اصل عظیم ہے یعنی اخلاق میں جو مجبول وطبعی ہیں وہ غیر مقدور ہیں۔ اور جو مکسوب ہیں وہ مقدور ہیں۔ بعض سالکین قسم اول کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ وہ مشوش رہتے ہیں۔ ان لوگوں کو محقق ہدایت کرتا ہے کہ عقلی کی تحصیل کرو اور طبعی کے درپے مت ہو۔ سو ان محققین کا اتباع کرنے والا راحت میں رہتا ہے۔''

....

اس پوری آیت کریمہ سے انہوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو لوگ اللہ کریم سے محبت کرتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ انہیں بیوی سے یا بیٹوں سے یا گھر سے یا رشتہ داروں سے محبت نہیں ہوتی۔ یہ تو ایک طبعی محبت ہے جو مزاجا ہوتی ہے۔ ہر ایک کو یہ چیزیں اچھی لگتی ہیں۔ ہاں! جب ان کا تقابل اللہ سے آجاتا ہے کہ بیٹے شریعت کے نافرمان ہو جاتے ہیں تو پھر وہ اللہ سے محبت کرتا ہے۔ بیٹوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ مال میں حرام مل جاتا ہے تو پھر وہ مال سے محبت نہیں کرتا یعنی طبعی محبت جو اللہ کریم نے انسانی مزاج میں رکھ دی ہے وہ ہر ایک کو ہوتی ہے، ہر ایک سے ہوتی ہے۔ وہ اولیاء اللہ کو بھی ہوتی ہے، صوفیا کو بھی ہوتی ہے ہر ایک سے ہوتی ہے۔ انبیاء کو بھی ہوتی ہے لیکن اللہ کی محبت ان سب پر غالب رہتی ہے۔ بعض جاہل صوفیاء یہ سمجھتے ہیں کہ کسی سے کوئی تعلق نہ رکھیں تو وہ محبت الٰہی ہے۔ گھر بار چھوڑ دیں، بیوی بچے دھکے کھاتے پھریں، بوڑھے والدین روتے پھریں فرمایا یہ درست نہیں۔ طبعی محبت سب ہی کے ساتھ ہوگی۔

....

صفات اولیاء

''قولہ تعالیٰ: اَلصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ال عمران: 17

ترجمہ: صبر کرنے والے ہیں اور راستباز ہیں اور فروتنی کرنے والے ہیں اور خرچ کرنے والے ہیں اور اخیر شب میں گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں۔

اس میں اولیاء اللہ کی صفات کا بیان ہے۔''

....

فرمایا: اس میں اولیاء اللہ کی صفات کا بیان ہے کہ کس طرح کے لوگ اللہ کے ولی ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں تو آج کل سمجھا جاتا ہے کہ جو بہت پہنچا ہوا ہے اسے نماز روزہ معاف ہو گیا ہے یہ غلط ہے۔ قرآن کریم نے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں یہی درست اور حق ہیں۔

....

اعراض عن الجدال

قولہ تعالیٰ: فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِىَ لِلّٰهِ وَ مَنِ اتَّبَعَنِ ال عمران: 20

ترجمہ: پھر بھی اگر یہ لوگ آپ سے حجتیں نکالیں تو آپ فرما دیجئے کہ میں اپنا رخ خاص اللہ کی طرف کر چکا اور جو میرے پیرو تھے وہ بھی۔

اس میں دلالت ہے اہل طریق کی اس عادت پر کہ جب حق بالکل واضح ہو جاوے مگر مخاطب کی حالت سے معلوم ہو کہ یہ قبول نہیں کرتا تو اس وقت مباحثہ ترک کر دیتے ہیں اور یہ استنباط اس آیت کی مشہور تفسیر پر ہے کہ یہ قول اَسۡلَمۡتُ وَجۡهِيَ الخ مجادلہ سے اعراض ہے۔"

....

یعنی صوفیاء کی یہ عادت کہ جب حق واضح ہو جائے اور دوسرا محض ضد سے نہ مان رہا ہو تو وہ اس سے بحث نہیں کرتے۔ یہ بات اس آیہ کریمہ سے ثابت ہے۔

....

مراعات ادب مع اللہ تعالیٰ

"قولہ تعالیٰ: بِيَدِكَ الۡخَيۡرُ ال عمران: 26

ترجمہ: آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی۔

"یہاں موقع اس کہنے کا تھا بِيَدِكَ الۡخَيۡرُ وَالشَّرُّ کیونکہ اوپر اعزاز واذلال دونوں کا ذکر ہوا ہے تو اس پر اکتفا کرنا یا تو مراعاۃ ادب کی ہے۔ اگر مراد کلام میں یہ ہو کہ وَالشَّرُّ کے یعنی یعنی آپ کے قبضہ میں دونوں چیزیں ہیں یا اشارہ اس طرف ہے کہ جو خیر ظاہر میں شر معلوم ہوتی ہے چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی مصلحتیں اور حکمتیں رکھی ہیں وہ بھی واقع میں خیر ہی ہے۔ پس اس میں اس امر کی تعلیم ہے کہ جس چیز میں عبد کی صنع کو مطلق دخل نہ ہو محض خیر ہے۔ اس کو ناگوار نہ سمجھے اور اس سے خذلان پر استدلال نہ کرے جیسا بہت سے سالکین جب ذرا اپنے احوال میں تغیر پاتے ہیں گو ان کے فعل کو اس میں ذرا دخل نہ ہو اس خذلان کا توہم کرنے لگتے ہیں"۔

....

فرمایا: خیر کا ذکر ہوا شر کا ذکر نہیں کیا۔ خیر پر اکتفا فرمایا اس سے مراد ہے کہ کلام میں ادب کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

....

منکرین کی دوستی سے مریدوں کو ممانعت

"قولہ تعالیٰ: لَا يَتَّخِذِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الۡكٰفِرِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ ال عمران: 28

ترجمہ: مسلمانوں کو چاہیے کہ کفار کو دوست نہ بناویں مسلمانوں سے تجاوز کر کے۔

روح المعانی میں ہے اور اسی جگہ سے اہل اللہ نے مریدین کو منکرین کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع کیا ہے۔ کیونکہ انکار کی ظلمت کفر کی ظلمت کے مشابہ ہے اور بعض اوقات مجتمع ہو کر طریق ایمان کو بند کر دیتی ہے۔ البتہ اگر ان سے کچھ اندیشہ ہو تو اس وقت ظاہراً دوستی جائز ہے اور یہ بھی ضعفاء کی نسبت ہے۔"

....

یعنی یہ جو اہل اللہ طالبین کو منع کرتے ہیں کہ منکرین کے ساتھ میل جول نہ رکھو بلکہ یہاں تک بھی منع کیا جاتا ہے کہ غیر صوفیوں کے ساتھ بھی زیادہ مجلس نہ رکھو۔ بدکاروں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ فرمایا اس کی دلیل اس آیہ کریمہ میں موجود ہے کہ اللہ کریم نے فرمایا کہ مومن کافروں سے دوستی نہ کریں۔

....

"نسبت مع اللہ بدون نسبت اہل اللہ نصیب نہیں ہوتی"

قولہ تعالیٰ: قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِيۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ ال عمران: 31

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم

خوشخبری

حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جوان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب وحکمت سے تو بطورِ خاص ہر دور میں صوفیاء عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرّم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کیلئے انتہائی مؤثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

- Rs. 200 — کلسٹرو کیئر — Cholestro Care — کلیسٹرو کو صحیح حالت پر رکھتا ہے۔
- Rs. 30 — Cough Ez — کھانسی کیلئے گولیاں
- Rs. 100 — پین گو — Pain Go — مالش کیلئے ہر طرح کے درد کیلئے مفید ہے
- Rs. 175 — کیوریکس — Curex — کھانے کیلئے جوڑوں کے درد اور کمر کے درد سمیت ہر قسم کے دردوں کیلئے
- Rs. 500 — ہیر گارڈ آئل — Hair Guard Oil — بالوں کی صحت کیلئے مفید ہے۔
- Rs. 75 — Detergent Super Wash
- Rs. 100 — Shampoo Hair Care

0321-6569339

ملنے کا پتہ:

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال فون 0543-562200

17-اویسیہ ٹاؤن شپ، لاہور فون 042-35182727

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج۔ اقبال کے شاہینوں کا مسکن۔ راولپنڈی بورڈ اور پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق سے مسلسل دس سال راولپنڈی بورڈ سے

پوزیشن لینے والا واحد ادارہ

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

پری کیڈٹ تا ایف ایس سی

صقارہ سائنس کالج

داخلہ جاری ہے

(پری میڈیکل، پری انجینئرنگ)	داخلہ ایف ایس سی پارٹ 1	پری کیڈٹ اور آٹھویں جماعت
ہاسٹل کی سہولت بہترین موسم	صحت افزاء مقام	شاندار مستقبل کیلئے نادر موقع

طلباء کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ چار گھنٹے رات ساڑھے دس بجے تک قابل اساتذہ کی نگرانی میں کوچنگ کا اہتمام

پرنسپل حاجی محمد خان ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی، ایم ایڈ (ریٹائرڈ ایگزیکٹو آفیسر محکمہ تعلیم گورنمنٹ آف پنجاب)

مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں۔

صقارہ سائنس کالج دارالعرفان منارہ ڈاکخانہ نور پوری ضلع چکوال۔ فون نمبر: 0543-562222, 562200

SIQARIAH@SIQARAHEDU.COM, SIQARAHEDU.COM

FOR FEED BACK: VICEPRINCIPAL@SIQARAHEDU.COM , VISIT AT: WWW.SIQARAHEDU.COM

لوگ میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

اس میں اس پر دلالت ہے کہ خدا تعالیٰ کا محب ہونا جو کہ محبوبیہ کو مستلزم ہے بدون اس کے کہ محب حق کا اتباع کرے میسر نہیں ہوسکتا''۔

....

فرمایا اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اتباع کئے بغیر اللہ کی محبت یعنی ولایت نصیب نہیں ہوسکتی۔

....

کرامات اولیاء

''قولہ تعالیٰ: كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ال عمران:۳۷

ترجمہ: جب کبھی زکریاؑ ان کے پاس عمدہ مکان میں تشریف لاتے تو ان کے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے۔

روح المعانی میں ہے اس آیت سے اولیاء کے لئے صحت کرامات پر استدلال کیا گیا ہے کیونکہ قول مشہور پر مریمؑ ولی ہیں نبی نہیں۔

....

جب کبھی حضرت زکریاؑ حضرت مریمؑ کے پاس تشریف لاتے تو ان کے پاس کھانے کی چیزیں پاتے۔ اس میں اولیاء اللہ کے لئے صحت کرامت پر استدلال کیا گیا ہے۔ حضرت مریمؑ کو جب حضرت زکریاؑ کی کفالت میں دیا گیا تو انہوں نے ان کی پرورش کی، مسجد میں ایک کمرہ ان کا مختص تھا۔ حضرت زکریاؑ کہیں جاتے تو کمرے کو باہر سے تالا لگا جاتے تھے۔ واپس تشریف لاتے تو خود کھولتے۔ حضرت مریمؑ کے پاس طرح طرح کے کھانے پڑے ہوتے۔ ایسے پھل ہوتے جن کا نہ موسم ہوتا اور جو اس ملک میں ملتے بھی نہیں تھے۔ جب حضرت زکریاؑ نے پوچھا یہ سب کہاں سے آئے تو مریمؑ نے فرمایا مِنْ عِنْدِ اللّٰہ۔ اللہ نے دیئے ہیں۔ فرماتے ہیں اس سے اللہ کے ولیوں کی کرامات ثابت ہوتی ہیں کیونکہ حضرت مریمؑ نبی نہیں تھیں ولیہ تھیں۔ اس میں اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے۔

....

اولاد کی خواہش زہد کے منافی نہیں۔ ''بقائے سلسلہ کی دعا کرنا موافق سنت کے لئے

قولہ تعالیٰ: هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا : ال عمران 38

ترجمہ: اس موقع پر دعا کی زکریاؑ نے اپنے رب سے۔

اس میں دو مسئلے ہیں جو سورۂ مریم میں بھی مذکور ہوئے ہیں۔ اول یہ کہ اولاد کی خواہش کرنا زہد کے منافی نہیں۔ ثانی یہ کہ مسبب کا اسباب بعیدہ سے سوال کرنا ادب کے منافی نہیں اور مسئلہ اولیٰ میں کہتا ہوں کہ خصوص جب کہ کسی دینی غرض سے ہو جیسا زکریاؑ نے خود ہی فرمایا وَاِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ (الآیہ) اور اس سے یہ ایک اور مسئلہ ماخوذ ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ بقاء سلسلہ کی تمنا کرنا حضرات انبیاءؑ کے سنن میں سے ہے۔ جیسا کہ روح المعانی میں بھی اس مسئلہ کو مستنبط کیا ہے کہ حضرت زکریاؑ بوڑھے تھے مگر لوگوں کے مرشد تھے۔ پس جب انہوں نے صورتحال دیکھی تو غیرت نبوت کو حرکت ہوئی اور اپنے رب تعالیٰ سے ایسے فرزند صدق کی درخواست کی جو لوگوں کی تربیت میں ان کے قائم مقام ہوسکے اور یہ دعا کی قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً یعنی جو ماسوا کے اشتغال سے مطہر ہو اور شہوات سے مقدس ہو۔ میں کہتا ہوں کہ قید طیبہ کی دعا سے دعا کرنا اس پر دال ہے کہ خلیفہ بنانے کی شرائط میں سے یہ صفات ہیں نہ کہ محض اولاد ہونا یا مرید ہونا اور بعض بزرگوں سے جو اس تمنا کی ضد منقول ہے تو وہ غلبہ حال سے ہے یا محمول ہے تفویض پر جبکہ عند اللہ مقدر نہ ہو اور زکریاؑ کی یہ دعا رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً اس پر دال ہے کہ طمانیت کے لئے سوال کرنا یقین کے منافی نہیں جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ احیاء موتیٰ کی کیفیت دکھلا دیجئے''۔

فرمایا: یعنی پہلی بات تو اس سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کا نبیؑ اولاد کی دعا کر رہا ہے تو اولاد کی دعا کرنا نیکی، زُہد اور تقویٰ اور سلوک کے منافی نہیں ہے لیکن ان کی دعا کا سبب بھی ہے۔ انہوں نے جو دعا کی کہ اللہ مجھے بیٹا عطا کر یعنی میرے جو پیچھے وارث ہیں وہ میری محنت پر، کئے کرائے پر پانی پھیر دیں گے۔ وہ بدکار ہیں۔ جو میں نے آج تک نیکی لوگوں کو سکھائی ہے وہ بھی برباد کر دیں گے۔ لہٰذا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اولاد کی خواہش کرنا بری بات نہیں ہے لیکن نیکی کے لئے کی جائے جیسا کہ نبیؑ نیک اولاد کی خواہش کر رہے ہیں۔ اور دوسرا مسئلہ اس میں یہ ہے کہ بقائے سلسلہ کی تمنا کرنا اچھی بات ہے۔ ایک شیخ ہے اس کے پاس سلسلہ ہے۔ اسے یہ آرزو ہے کہ اللہ کوئی ایسا بندہ دے کہ جو اس کو آگے جاری رکھے۔ یہ بھی اچھی بات ہے اور یہ منع نہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ "ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً"، انہوں نے بیٹا مانگا تھا جو نیک ہو، پاکباز ہو، فرمایا اس پر دلیل ہے کہ خلیفہ بنانے کی شرط صرف بیٹا ہونا نہیں، بلکہ وہ نیک پاکباز ہو اور اہلیت بھی رکھتا ہو۔ محض نسبی طور پر نہیں بنایا جائے گا۔

غیر انبیاء سے ملائکہ کا ہمکلام ہونا

"قولہ تعالیٰ: "اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ

: ال عمران:42

ترجمہ: اور جبکہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم بیشک اللہ تعالیٰ نے تم کو منتخب فرمایا ہے۔

اس سے غیر انبیاء کے ساتھ ملائکہ کا ہمکلام ہونا ثابت ہوتا ہے اور جو کلام ملائکہ مخصوص بالانبیاء ہے وہ، وہ ہے جو تبلیغ کے لئے ہو۔

یعنی اللہ کے نبیؑ سے ملائکہ کا کلام کرنا تشریعی وحی ہے۔ جو وحی شریعت لاتی ہے۔ وہ نبیؑ کے ساتھ مختص ہے۔ لیکن اللہ کریم سے جب فرشتے بات کرتے ہیں تو ان کے لئے بھی وحی کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور انسانوں کے لئے بھی جیسے حضرت مریمؑ سے جبرائیلؑ نے بات کی۔

بعض افعال مخصوص بحق کو عبد کی طرف مجازاً نسبت کرنا۔

قولہ تعالیٰ: وَ اُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ : ال عمران:۴۹

ترجمہ: اور زندہ کر دیتا ہوں مردوں کو خدا کے حکم سے۔

اس میں ان اقوال کی اصل ہے جو بعض سے غلبۂ حال میں منقول ہیں۔ جنہیں انہوں نے مجازاً اپنی طرف بعضے ایسے افعال کی نسبت کی ہے جو حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ (جیسا احیاء) اور ان میں جو اہل ادب ہیں وہ اُن میں مثل مسیح علیہ السلام کے باذن اللہ کی قید لگا دیتے ہیں۔

فرمایا: یعنی بعض صوفیاء جب حال سے مغلوب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ایسا ہو جائے تو وہ ہو جاتا ہے۔ اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ ان کی اس حالت جذب کا دھیان رکھنا چاہیے۔ لیکن جو سالک باہوش ہوتا ہے وہ باذن اللہ کی قید لگاتا ہے۔ وہ ضرور کہتا ہے "اے میرے اللہ ایسا کر دے" "اللہ کے حکم سے ایسا ہو جائے"۔

ایک شیخ کا دوسرا شیخ کے مرید کو تربیت کا طریقہ

قولہ تعالیٰ: وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَ لِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ : ال عمران:50

ترجمہ: اور میں اس طور پر آیا ہوں کہ تصدیق کرتا ہوں اس کتاب کی جو مجھ سے پہلے تھی یعنی توراۃ کی اور اس لئے آیا ہوں کہ تم لوگوں کے واسطے بعضی ایسی چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی تھیں۔

اسی پر قیاس کیا جاتا ہے ایک شیخ کا دوسرے کسی شیخ کے (جوگزر گیا ہو یا دور ہو) مرید کی تربیت کرنا اس طرح کہ اصول میں اس کی موافقت کرے اور بعض فروع میں کچھ تغیر و تبدل کرے جیسا حالت مرید کا مقتضا ہو''۔

....

فرمایا: یعنی اگر کسی کا شیخ دنیا سے گزر گیا تو اسے تربیت تو چاہیے۔ اب وہ دوسرے شیخ کے پاس جاتا ہے تو اصول تو ہر جگہ وہی ہوں گے کہ حلال کھاؤ، سچ بولو، عبادات پوری کرو۔ یہ تو ہر جگہ ہوں گے۔ لیکن فروع یعنی طریقہ ذکر یا اوقات ذکر یہ فروعات بدل جائیں گی اور وہ بدلنے کا اس شیخ کو حق ہے۔ اس نے اپنے طریقے سے تربیت کرنی ہے۔

....

اہل اللہ سے دین میں اعانت لینا منافی توکل نہیں۔

''قولہ تعالیٰ: قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ: آل عمران:52

ترجمہ: آپ نے فرمایا کوئی ایسے آدمی بھی ہیں جو میرے مددگار ہو جاویں اللہ کے واسطے۔ حوارین بولے کہ ہم ہیں مددگار اللہ کے۔

اس آیت میں دو مسئلے ہیں۔ ایک اہل دین سے دین کے بارہ میں مدد طلب کرنے کا جواز اور اس کا منافی توکل نہ ہونا کیونکہ وہ مدد طلب کرنا اس حیثیت سے ہوتا ہے کہ وہ نصرۃ الٰہیہ کے مظاہر ہیں اور دوسرا یہ کہ اہل اللہ کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرنا چنانچہ انہوں نے مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کے جواب میں بجائے نَحْنُ اَنْصَارُکَ اِلَی اللّٰہِ کے یوں کہا نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ۔

....

فرمایا: نیکی پھیلانے میں، دین پھیلانے میں لوگوں سے تعاون کی درخواست کی جائے تو یہ توکل کے منافی نہیں ہوگا کیونکہ یہ ایک جائز سبب ہے جسے اختیار کیا جانا چاہیے۔ دوسرا اہل اللہ کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا ایسا ہے جیسے اللہ کے ساتھ۔ جیسے حضرت عیسیٰؑ کی مدد اللہ کے دین کے لئے کی گئی۔ فرماتے ہیں اہل اللہ کے ساتھ تعاون کرنا یا ان کی مدد کرنا ایسا ہی ہے جیسے اللہ کے ساتھ تعاون یا جیسے کوئی اللہ کی مدد کر رہا ہو۔

کسی شئے کا بندہ سے قبیح ہونا اور اللہ تعالیٰ سے حسن ہونا

''قولہ تعالیٰ: وَ مَکَرُوْا وَ مَکَرَ اللّٰہُ وَ اللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ: آل عمران:54

ترجمہ: ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ تعالیٰ سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھے ہیں۔

اس میں اس پر دلالت ہے کہ یہ بات ممکن ہے کہ ایک ہی امر حق تعالیٰ کے اعتبار سے حسن ہو اور بندوں کے اعتبار سے قبیح ہو اور راز اس میں یہ ہے کہ بعض اشیاء میں بالذات قبح نہیں ہوتا بلکہ کسی مفسدہ کے سبب اور مصلحت سے خالی ہونے کے سبب ہوتا ہے تو وہ امر بندہ سے جو صادر ہوتا ہے ایسا ہی ہوتا ہے یعنی مقروں بالمفسدہ و خالی از مصلحت اس لئے قبح ہوتا ہے اور حق تعالیٰ سے جو واقع ہوتا ہے اس میں حکمت ہوتی ہے اس لئے حسن ہوتا ہے''۔

....

بندہ جب تدبیریں کرتا ہے تو اس کو بھی مکر کہا جاتا ہے لیکن وہ مصلحت کے خلاف ہوتی ہیں تو وہ برائی بن جاتی ہیں۔ اللہ جب تدبیر فرماتا ہے تو اسے بھی مکر کہا گیا ہے لیکن اس میں حکمت الٰہی اور مصلحت ہوتی ہے اس لئے وہ مستحسن ہو جاتا ہے تو کام کی ظاہری صورت پر نہیں جانا چاہیے بلکہ دیکھنا یہ چاہیے کہ کام کرنے والا کون ہے، اس کے پیچھے اس کا ارادہ اور نیت اور خلوص کیا ہے کہ اس پر نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

(جاری ہے)

اسلامی مدرسے جدید ہیں

جاوید چوہدری

جمال اور میرے درمیان اختلاف تھا۔

جمال کا کہنا تھا، اسلامی مدارس پرانے ہو چکے ہیں، ان میں چودہ سو سال پرانی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کا سلیبس پرانا ہے، ان کی کتابیں پرانی ہیں، ان کی گرائمر اور زبانیں پرانی ہیں۔ ان میں دی جانے والی تعلیم کا اسٹائل پرانا ہے، ان کے اساتذہ پرانے ذہنوں اور پرانے خیالات کے مالک ہیں۔

ان میں دی جانے والی تعلیم کا طریقہ فرسودہ اور قدیم ہے اور ان کے لباس، ان کی روایات، ان کے خیالات، ان کی زبان اور ان کا طرز معاشرت قدیم ہے۔ یہ مدرسے آج کے عصری تقاضے پورے نہیں کرتے لہٰذا انہیں بند کر دینا چاہئے یا پھر انہیں جدید شکل دے دی جائے۔

ان کے طالب علموں کو پتلون اور کوٹ پہنائے جائیں، انہیں میز اور کرسی پر بٹھایا جائے، انہیں انگریزی میں تعلیم دی جائے۔ انہیں چمچ اور کانٹے سے کھانے کا طریقہ سکھایا جائے اور انہیں تعلیم کے ساتھ ساتھ میوزک کی تربیت بھی دی جائے وغیرہ وغیرہ.......... میں نے اس کی ساری باتیں سنیں اور اس کے بعد اس سے عرض کیا:

''بھائی جمال! تمہاری ساری باتیں غلط ہیں۔ تمہیں شاید یہ معلوم نہیں دنیا میں پہلا مذہبی مدرسہ یہودیوں نے بنایا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے اور ان کے تمام بھائی کنعان سے مصر منتقل ہوئے تو ان کے بھائیوں میں سے ایک بھائی کی اولاد نے تعلیم و تربیت کو اپنا روزگار بنالیا۔

ان لوگوں نے مصر میں مذہبی تربیت کا ایک مدرسہ قائم کیا، یہ لوگ ان مدرسوں میں علمائے کرام پیدا کرتے تھے۔ یہ علمائے کرام ان مدارس سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں میں تبلیغ کرتے تھے۔ انہیں مذہبی شعائر سکھاتے تھے۔

یہ سلسلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور تک قائم رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے بہت پہلے مصر کے یہودیوں پر برا وقت آ چکا تھا۔ یہ لوگ بری طرح فرعون کے ظلم کا شکار تھے، فرعون نے ان کی عبادت گاہیں اور مدارس تباہ و برباد کر دیئے تھے لیکن اس کے باوجود یہ لوگ چھپ چھپا کر اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم کو لے کر مصر سے نکلے تو مدارس اور ان میں دی جانے والی تعلیمات کا یہ سلسلہ بھی مصر سے باہر آ گیا۔

یہ لوگ جب فلسطین پہنچے تو انہوں نے آج سے ساڑھے چار ہزار سال پہلے بیت المقدس میں باقاعدہ مدرسہ قائم کیا۔ یہ مدرسہ یہودیوں نے قائم کیا تھا، اس وقت یہ قانون پاس ہوا تھا کہ دنیا کے جس کونے میں یہودیوں کی عبادت گاہ بنے گی وہاں یہودی تعلیمات کا مدرسہ بھی قائم ہوگا چنانچہ ساڑھے چار ہزار سال گزرنے کے باوجود آج تک دنیا کے جس کونے میں سینی گاگ بنتا ہے وہاں یہودیوں کا مدرسہ بھی قائم ہوتا ہے۔

دنیا میں 99 فیصد ایسی مساجد ملیں گی جو محض مساجد ہیں اور ان میں کوئی مدرسہ نہیں، مساجد میں زیادہ سے زیادہ امام مسجد یا

اس کا کوئی ساتھی صبح کے وقت چھوٹے بچوں کو ناظرہ قرآن کی تعلیم دیتا ہوا ملے گا، لیکن آپ کو دنیا میں کوئی ایسا سینی گاگ نہیں ملے گا جس میں باقاعدہ سکول موجود نہ ہو اور اس میں بچوں کو یہودیت کی باقاعدہ تعلیم نہ دی جاتی ہو۔ دنیا کے سو فیصد سینی گاگ میں مذہبی سکول موجود ہیں جبکہ پچاس فیصد سینی گاگ یہودیوں کو عالم اور فاضل بننے کی تعلیم دیتے ہیں۔

دوسرا پچھلے ساڑھے چار ہزار سال سے دنیا کے تمام سینی گاگ میں ایک ہی سلیبس پڑھایا جا رہا ہے۔ تمام سینی گاگ طالب علموں کو عبرانی زبان کی تعلیم دیتے ہیں۔ ان کا سلیبس، ان کی کتابیں، ان کی گرائمر، ان کی زبان اور ان کی ثقافت ہر چیز پرانی اور قدیم ہے۔

ان کے اساتذہ اپنے نظریات میں کٹر اور متشدد واقع ہوئے ہیں۔ ان کا حلیہ ساڑھے چار ہزار سال پرانا ہے، یہ لوگ ساڑھے چار ہزار سال سے سیاہ گاؤن، سیاہ کوٹ یا سیاہ عبا پہن رہے ہیں۔ یہ لوگ ساڑھے چار ہزار سال سے سر ڈھانپتے چلے آ رہے ہیں۔ ہم مسلمان کروشئیے سے بنی جو ٹوپی استعمال کرتے ہیں یہ ٹوپی یہودیوں کی ایجاد ہے، یہودیوں اور مسلمانوں کی اس ٹوپی میں صرف رنگ کا فرق ہے، یہودی سیاہ رنگ جبکہ مسلمان سفید اور دوسرے رنگوں کی ٹوپیاں استعمال کرتے ہیں۔

دنیا میں ہیٹ یہودیوں نے ایجاد کیا تھا، ان کے مذہبی رہنما سیاہ رنگ کا ہیٹ سر پر رکھتے تھے، ان کی دیکھا دیکھی یہ ہیٹ دوسرے لوگوں نے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ آج بھی آپ یہودیوں کی کسی بستی میں چلے جائیں آپ کو وہاں کے نوے فیصد مردوں کے سروں پر سیاہ ہیٹ ملے گا۔

دنیا میں یہودی پہلی قوم تھی جس نے داڑھی کو مذہبی فریضہ بنایا۔ آج آپ دنیا کے کسی کونے میں چلے جائیں آپ کو 90 فیصد یہودی باریش ملیں گے۔

تسبیح یونانیوں نے ایجاد کی تھی لیکن اس کا باقاعدہ استعمال یہودیوں نے کیا تھا۔ ان کے کھانے پکانے کا اسٹائل، دسترخوان، شادی بیاہ کی رسمیں، مردے دفن کرنے کا طریقہ، حلیہ، تعلیمی نظام، عادتیں، رونا دھونا، لڑائی جھگڑے اور تعلقات کی نوعیت ہر چیز تین ساڑھے تین ہزار سال قدیم ہے لیکن دنیا کا کوئی شخص ان کے حلیئے پر اعتراض کرتا ہے، ان کے مدارس پر انگلی اٹھاتا ہے اور نہ ہی انہیں برا بھلا کہتا ہے۔

آج تک دنیا کے کسی جدید اور ماڈرن دانشور نے یہودیوں کو یہ مشورہ نہیں دیا کہ آپ اپنے مدرسوں کو ماڈرن کر دیں، آپ ان کا ساڑھے تین ہزار سالہ پرانا سلیبس، کتابیں اور زبان تبدیل کر دیں، آپ اپنے "طالبان" کا حلیہ اور عادتیں بدل دیں۔ آج تک کسی نے ان کے مدرسوں کو فرسودہ اور پرانا نہیں کہا جبکہ یہ دنیا کے قدیم ترین مدارس ہیں۔"

جمال میری بات سن کر خاموش ہو گیا، میں نے اس سے کہا: "اب تم عیسائیوں کی طرف آؤ، تم دنیا کے تمام چرچوں کا دورہ کرو، تمہیں ہر چرچ کے ساتھ ایک مدرسہ ملے گا، مدارس کی یہ روایات دو ہزار سال پرانی ہیں۔ ویٹی کن سٹی میں 18 سو سال پہلے مدرسہ بنا تھا۔ وہ مدرسہ آج تک قائم ہے، عیسائی یہودیوں سے دو قدم آگے ہیں، ان کے مشنری دنیا کے جس کونے میں گئے وہاں انہوں نے 3 قسم کے ادارے قائم کیے۔

ایک مذہبی مدارس، یہ ادارے چرچ کے ساتھ وابستہ ہوتے تھے اور ان کا سلیبس، ان کی کتابیں، ان کے اساتذہ اور تعلیم دینے کا انداز تک سنٹرل چرچ طے کرتا تھا اور یہ ساری چیزیں دو ہزار سال پرانی ہیں۔

دوسرا یہ لوگ عام لوگوں کیلئے جنرل اسکولز بناتے تھے۔ یہ اسکولز کیتھڈرل، سینٹ جوزف یا سینٹ میری کے نام سے قائم کیے جاتے تھے، ان کے پرنسپل اور اساتذہ پادری ہوتے تھے اور ان میں

دنیاوی تعلیم کی آڑ میں عیسائیت کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ان تمام اسکولز کے اندر ایک چھوٹا سا چرچ ہوتا تھا جس میں تمام مذاہب کے بچوں کو لے جایا جاتا تھا اور ان کے سامنے عیسائی دعائیں پڑھی جاتی تھیں۔

یہ اسکول بھارت اور پاکستان سمیت دنیا کے ان تمام علاقوں میں آج تک موجود ہیں جو مغربی ممالک کی کالونی رہے ہیں اور تیسرا یہ لوگ ان علاقوں میں ہسپتال بنایا کرتے تھے۔ ان ہسپتالوں کا عملہ بھی چرچ سے متعلق ہوتا تھا، ان ہسپتالوں کے سپرنٹنڈنٹ عام طور پر پادری ہوتے تھے۔

آپ دنیا کے کسی ہسپتال میں چلے جائیں، آپ دیکھیں گے وہاں لوگ نرس کو ''سسٹر'' کہہ کر بلا رہے ہوں گے، نرس کو سسٹر کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کا پس منظر بھی بہت دلچسپ ہے۔

عیسائیت میں پادری کو فادر اور نن کو سسٹر کہا جاتا ہے۔ دنیا میں ہسپتالوں کا انسٹیٹیوٹ چرچ نے قائم کیا تھا لہٰذا شروع شروع میں کلیسا کے مالکان تمام ننوں کو نرسنگ کی ٹریننگ دے کر انہیں ہسپتال بھجوا دیا کرتے تھے۔ یہ ننیں دس سے پندرہ سال تک ہسپتال میں مریضوں کی خدمت کرتی تھیں، یہ خواتین نن ہوتی تھیں چنانچہ مریض اور ان کے لواحقین انہیں سسٹر کہہ کر بلاتے تھے، یہ عمل اس قدر آگے بڑھ گیا کہ آج دنیا کی تمام نرسوں کو ''سسٹر'' کہا جاتا ہے۔

اسی طرح 1950ء تک ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کو فادر کہا جاتا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ شروع شروع میں پادری ہی ڈاکٹر ہوتے تھے۔ اسی طرح ہسپتالوں کا سارا عملہ سفید کوٹ پہنتا ہے، یہ سفید کوٹ پادریوں کی باقیات میں سے ہے۔

دنیا کے تمام ''فادر'' سفید گاؤن، سفید کوٹ یا سفید اچکن پہنتے ہیں۔ یہ لوگ جب چرچ میں ہوتے تھے تو کوٹ یا گاؤن کے بٹن بند رکھتے تھے لیکن جب چرچ سے نکل کر ہسپتال یا اسکول میں داخل ہوتے تھے تو یہ کوٹ کے بٹن کھول دیتے تھے۔ یہ کوٹ آہستہ آہستہ ہسپتالوں کی زندگی کا حصہ بن گئے لہٰذا کہنے کا مطلب ہے عیسائی چرچ، مدارس اور مذہبی تعلیمات کے معاملے میں یہودیوں سے چند قدم آگے نکل آیا اور اس نے اپنی تعلیمات کو معاشرے کا باقاعدہ حصہ بنا دیا۔

اگر ہم عیسائیت کی دو ہزار سالہ تاریخ نکال کر دیکھیں تو پتہ چلے گا ان دو ہزار برسوں میں چرچ کے ماحول، زبان، ثقافت، سلیبس اور کتابوں میں کوئی فرق نہیں آیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھردری لکڑی کی میز اور کرسی استعمال کرتے تھے لہٰذا آج تک کلیساؤں میں کھردری لکڑی کی میزیں اور تختوں والی سخت کرسیاں پڑی ہیں اور تو اور آپ آمش لوگوں کی ثقافت دیکھ لیں: آمش لوگ 2 سو سال پہلے یورپ سے امریکہ پہنچے، یہ لوگ امریکا میں رہ رہے ہیں لیکن ان کا طرزِ رہائش، بود و باش قدیم عیسائیوں جیسا ہے۔ یہ لوگ بجلی استعمال نہیں کرتے، داڑھی رکھتے ہیں، سر ڈھانپ کر رکھتے ہیں، ان کی خواتین پورا جسم پوشیدہ رکھتی ہیں۔

ان لوگوں نے آج تک اپنے دیہات میں سڑک نہیں بننے دی، یہ لوگ موٹر گاڑیاں استعمال نہیں کرتے، شراب نہیں پیتے، جوا نہیں کھیلتے، سور نہیں کھاتے، مٹی کے برتنوں میں کھانا کھاتے ہیں، کھیتی باڑی کرتے ہیں اور اپنے بچوں کو روایتی طریقے سے تعلیم دیتے ہیں لیکن دنیا نے آج تک یورپ اور امریکا کے چرچوں پر انگلی اٹھائی اور نہ ہی آمش لوگوں کی روایات پر، لہٰذا جمال مجھے سمجھ نہیں آتی دنیا کو یہودیوں کے مدارس بھی قبول ہیں اور اسے عیسائیوں کے مدارس پر بھی کوئی اعتراض نہیں لیکن مسلمانوں کے مدارس پوری دنیا کو تکلیف دے رہے ہیں۔ پوری دنیا ان کے مدارس کا کلچر اور سلیبس بدلنا چاہتی ہے۔

آج تک دنیا کے کسی دانشور نے یہودیوں اور عیسائیوں کو نہیں کہا: ''تم لوگ اپنی زبان، سلیبس اور مدارس تبدیل کرو۔'' انہیں کسی نے نہیں کہا: ''تم لوگ پرانی کتابیں پڑھانا بند کر دو۔'' مجھے

سمجھ نہیں آتی ایسا کیوں ہے؟ تم پوری دنیا گھوم کر دیکھو اور پھر مجھے بتاؤ کیا یہودیوں کے کسی سینی گاگ میں قائم کسی مدرسے میں کمپیوٹر، ملٹی میڈیا اور انگریزی زبان موجود ہے؟ تمہیں یہ جان کر حیرت ہوگی دنیا کے کسی یہودی مدرسے میں یہ ماڈرن آلات موجود نہیں ہیں۔

اسی طرح تم ویٹی کن سٹی سے لے کر لاہور کے کیتھڈرل تک جاؤ تمہیں یہ جان کر حیرت ہوگی دنیا کے کسی چرچ کے کسی مدرسے میں کمپیوٹر اور ملٹی میڈیا نہیں لہٰذا پھر سوال پیدا ہوتا ہے، اعتراض کرنے والے لوگ پہلے ان مدارس میں یہ چیزیں رائج کیوں نہیں کرتے؟ وہ وہاں یہ کلچر پیدا کیوں نہیں کرتے؟''

جمال کے پاس میرے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں تھا۔ میں نے اس سے کہا: ''جمال اگر تم مدارس کی تاریخ میں مسلم مدارس کی درجہ بندی کرو تو تمہیں یہ مدارس ماڈرن اور تازہ ملیں گے۔

یہودیوں کے مدارس اور ان میں دی جانے والی تعلیم ساڑھے تین سے ساڑھے چار ہزار سال پرانی ہے۔ عیسائی مدارس 2 ہزار سال سے قائم ہیں جبکہ مسلمانوں کے مدارس کو قائم ہوئے ابھی محض 14 سو سال ہوئے ہیں گویا یہ مدارس تازہ ترین بھی ہیں اور ماڈرن بھی۔''

جمال نے ہنس کر پوچھا: ''لیکن پھر مسئلہ کیا ہے؟''

میں نے ہنس کر جواب دیا: ''مسئلہ مدارس کی تعداد اور مسلمانوں کا ایمان ہے، یہودیوں اور عیسائیوں کے مدارس اور ان میں تعلیم پانے والے طالب علموں کی تعداد میں اضافہ نہیں ہوا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ مسلمانوں کے مدارس بھی بڑھے ہیں اور ان کے طالب علم بھی۔ آج سے چودہ سو سال پہلے مسجد نبوی کے ایک چھوٹے سے چبوترے سے ان مدارس کا آغاز ہوا اور آج عالم اسلام میں لاکھوں کی تعداد میں ایسے چبوترے اور مدرسے موجود ہیں جن پر بیٹھ کر مسلمان اللہ کا کلام سنتے اور سمجھتے ہیں۔ ان چبوتروں اور مدرسوں سے فارغ التحصیل ہونے والے کروڑوں طالب علم اس وقت دنیا کا حصہ ہیں۔ دوسرا مسئلہ دنیا میں اسلام کا غلبہ ہے۔ پچھلے پچاس برسوں میں اسلام کے سوا دنیا کے تمام مذاہب کا سائز چھوٹا ہوا ہے۔ فرانس جیسے ملک میں دس سال میں اڑھائی سو چرچ بند ہوئے ہیں۔

امریکا میں دس سال میں ایک لاکھ عیسائی مسلمان ہوئے ہیں اور یورپ میں مسلمان دوسری بڑی طاقت بن کر ابھرے ہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب کی تعلیمات پر عمل درآمد میں کمی آئی ہے لیکن اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس کی تعلیم پر عملدرآمد اور جس کے اثر ونفوذ میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مسجدوں، مدرسوں اور داڑھیوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ''السلام علیکم'' بڑی تیزی سے ''ہیلو'' اور ''ہائے'' کی جگہ لے رہا ہے چنانچہ دنیا اس بات سے پریشان ہے۔ ان لوگوں کا خیال ہے اگر اسلام کے اس پھیلتے دائرے کو روکا نہ گیا تو شاید بیس پچیس برسوں میں یہ دائرہ پوری دنیا کو اپنی آغوش میں لے لے۔ شاید پوری دنیا مسلمان ہو جائے۔''

جمال نے ذرا سوچا اور گردن ہلا دی۔ میں نے اس سے کہا: ''میرے عزیز! میرے دوست! ہمارے مدرسے پرانے نہیں ہیں بس نیا زمانہ ان سے خائف ہے۔ نیا زمانہ جانتا ہے اگر اس نے ان کے سامنے بند نہ باندھا تو یہ مدرسے اور ان کی ثقافت اس قدر جاندار ہے کہ یہ نئے زمانے کی ساری حدیں توڑ دے گی۔ یہ نئی تہذیب کو جڑوں سے اکھاڑ دے گی۔''

بارگاہ رسالت کے قاصد بن جاؤ

بیان: 8:9:2010

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی حبیبہ محمد والہ واصحابہ اجمعین آعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○
قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ○ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَيْتُمُوْنَا وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ○

سورہ ابراہیم 12-11-10

اللھم سبحنک لا علم لنا الاما علمتنا انک انت العلیم الحکیم مولایا صل وسلم دائما ابداً علی حبیبک من ذانت بہ العصرو۔

یہ سورہ ابراہیم کی آیات ہیں جو تیرھویں پارے میں ہیں۔ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ یہاں ان اقوام کا ذکر ہورہا ہے جن پر اللہ کے رسولؑ تشریف لائے اور اللہ کے احکام لائے اور جنہوں نے انبیاءؑ کی بات ماننے سے انکار کیا۔ انکار کرنے کیلئے مختلف حیلے بہانے بنائے۔ دین پر عمل کرنے میں جو چیز سب سے زیادہ مانع ہوتی ہے، سب سے بڑی رکاوٹ ہوتی ہے وہ انسان کی اپنی بنائی ہوئی رسومات ہیں اور یہ عجیب انسانی مزاج ہے کہ وہ ان رسومات کو نسلاً بعد نسلاً چلائے رکھتا ہے۔ اس سوچ کے حامل لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا ایسے کرتے تھے، ہمارے بزرگوں کا یہ طریقہ تھا۔ یوں وہ اسی کو چلائے رکھتے ہیں، اسی پر چلتے رہتے ہیں۔ جب انبیاءؑ تشریف لاتے ہیں تو وہ بات کرتے ہیں جو اللہ کا حکم ہوتا ہے، دنیا کی یا انسان کی بنائی ہوئی رسم نہیں ہوتی۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ معاشرے میں پہلے سے کچھ اچھی چیزیں رائج ہوتی ہیں۔ ان میں بھلائی ہوتی ہے تو انبیاء اس سے منع نہیں کرتے اللہ تعالیٰ اس سے نہیں روکتے بلکہ اس کے جاری رکھنے کا حکم دے دیتے ہیں اور وہ دین بن جاتی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے تو وہ بات دین بن جاتی ہے پھر وہ رسم نہیں رہتی۔ پاکستان بننے سے پہلے بہاولپور میں ایک مقدمہ ہوا تھا۔ ایک شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا رخصتی نہیں کی۔ وہ شخص جس سے نکاح ہوا تھا رخصتی سے پہلے مرزائی ہوگیا۔ اس کے مرزائی ہونے پر لڑکی کے والد نے بہاولپور کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ اس وقت نواب بہاولپور تھے اور وہ ریاستی نظام تھا۔ ریاست بہاولپور میں اسلامی قانون نافذ تھا۔ ان کے اس وقت دیوانی اور فوجداری قوانین شریعت کے مطابق تھے۔ سیشن جج کی عدالت میں لڑکی کے والد نے یہ دعویٰ کر دیا کہ یہ شخص مرتد ہوگیا ہے، نکاح باطل ہوگیا ہے لہٰذا میں بیٹی رخصت نہیں کروں گا عدالت اس کی توثیق کرے۔ انگریز کا زمانہ تھا۔ غلام احمد قادیانی

کی صورت مرزائیت انگریز کا لگایا ہوا پودا تھا۔ انگریزوں نے اس کی بڑی حمایت کی۔ میں جو عرض کرنا چاہتا ہوں وہ اس مقدمے کے دوران پیش آنے والا ایک واقعہ ہے۔ وہ مقدمہ بہاولپور بڑا عرصہ چلتا رہا حتیٰ کہ وہ شخص جس کے ساتھ نکاح ہوا تھا وہ مرگیا اس کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ یہ واقعی مرتد ہے اور یہ نکاح باطل ہے۔ وطن عزیز میں ہماری ملکی اسمبلی نے مرزائیوں کو کافر قرار دیا لیکن ان کے کافر ہونے کا فیصلہ انگریزوں کے زمانے میں ہی ہو گیا تھا لیکن اس پر اتنا عرصہ لگا تھا کہ وہ شخص بوڑھا ہو کر مر چکا تھا۔ علماء کرام نے بڑی محنت سے اس مقدمے کی ساری روئیداد مرتب کی۔ عدالتوں سے ریکارڈ نکلوا کر اسے مدون کیا۔ پانچ موٹی موٹی جلدیں ہیں جس میں مقدمہ بہاولپور کی روئیداد ہے۔ ہم نے احباب کیساتھ مل کر کوشش کی تھی کہ اس کی تلخیص کرلیں اور جو کیلا نہ بحثیں ہیں انہیں چھوڑ کر اس میں جو دینی بحث ہے اس کو الگ کرلیا جائے تو وہ تلخیص لائبریری میں ہمارے پاس ہے۔ شاید قابل فروخت کتابوں میں بھی ہے اسے لے کر کبھی پڑھئے گا۔ بہت دلچسپ ہے اور بہت معلوماتی ہے۔

اس مقدمے نے اتنی شہرت پکڑی کہ مرزائیوں کے بھی جو چوٹی کے لوگ تھے وہ اس مقدمے میں معاونت کے لئے آئے اور مسلمان علماء بھی ہندوستان بھر سے شریک ہوئے۔ حتیٰ کہ سید انور شاہ کشمیریؒ اس وقت حیات تھے وہ بھی دیوبند سے تشریف لائے۔ سید انور شاہ کشمیریؒ متقدمین کی مثال ہوئے ہیں۔ اس مقدمے میں بحث مرزا قادیانی کی نبوت کے باطل ہونے، اسکی نبوت کے ابطال پر تھی اور مرزائی اسے حق ثابت کرتے تھے کیونکہ مرزا کا دعویٰ باطل ثابت ہو تو مرزائی کافر ثابت ہوتے اور نکاح فسخ ہوتا۔ تو بحث کے دوران ایک بات آ گئی۔ قادیانیوں کا ایک مولوی تھا اس کا نام شمس تھا۔ وہ بھی دیوبند کا فارغ التحصیل تھا۔ پڑھا لکھا آدمی تھا لیکن دنیا اور دولت کے چکر میں آ کر ایمان ضائع کر کے ان کے ساتھ مل گیا تھا۔ جب اہل سنت کے عالم نے کہا کہ مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں انگریزی حکومت کو دعائیں دی ہیں اور انگریزی جو قانون ہیں ان کی تائید کی ہے تو یہ نبی نہیں ہوسکتا۔ اس دلیل کے بعد شمس نے اپنی باری پہ کہا کہ نبی کریم ﷺ نے بھی کفار و مشرکین اور عہد جاہلیت کے لوگوں کے رواج پر عمل کیا ہے۔ جیسا کہ مسیلمہ کذاب نے سفیر بھیجا تھا کہ میں آپ کی نبوت کو تسلیم کرتا ہوں آپ میری نبوت کو تسلیم کرلیں اور ہمارے درمیان حکومت آدھی آدھی ہوگی تو حضور ﷺ نے فرمایا سفیروں کو قتل نہیں کیا جاتا ورنہ میں تیری گردن مروا دیتا تو شمس نے دلیل دیتے ہوئے کہا کہ حضور ﷺ نے بھی تو اس رواج کو قائم رکھا جو عہد جاہلیت سے چلا آ رہا تھا کہ سفیروں کو قتل نہ کیا جائے تو حضور ﷺ نے بھی تو رواج کی پیروی کی تھی تو اس دلیل پر اہلسنت کا عالم تھوڑا سا ٹھٹھک گیا۔ اس کے پاس جواب نہیں بن رہا تھا تو سید انور شاہ کشمیریؒ جو باوجود اس کے کہ ضعیف تھے اور کمزور تھے اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ انہوں نے فرمایا ارے بیوقوف تو یہ نہیں سمجھ سکا کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول تھے، امام الانبیاء تھے۔ اگر کوئی رواج آ رہا تھا تو وہ تب تک رواج تھا جب تک حضور ﷺ نے قبول نہیں کیا اور جب حضور ﷺ نے اسے قبول فرما لیا تو وہ شریعت بن گئی۔ تیرا نبی تو جعلی ہے جو کبھی خود کو ظلی نبی کہتا ہے کبھی بروزی اس کی تو یہ حیثیت نہیں کہ کسی رواج کو یہ قبول کرے تو وہ شریعت بن جائے۔ تو اس پر شمس لاجواب ہو گیا۔ شمس دیوبند میں حضرت انور شاہ کاشمیریؒ کا شاگرد بھی رہ چکا تھا۔ تو میں عرض یہ کرنا چاہتا تھا کہ بعض اوقات ہماری جو خاندانی رسومات چلی آ رہی ہیں وہ اچھی بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً ہمارے ہاں ہمارے علاقے میں، ہماری برادری میں ایک رواج ہے اور یہ ہمارے آباؤ اجداد سے آ رہا ہے کہ کسی کے گھر میں اگر کوئی فوت ہو جائے تو گھر والوں کو کھانے کی فکر سے آزاد کرنے کیلئے اس کے رشتہ داروں کے جو گھر آس پاس ہیں آٹھ یا دس ہیں وہ آٹھ دس دن تک اس گھر کے لوگوں کے اور وہاں آنے والوں کے کھانے کا اہتمام کر دیتے ہیں۔ ایک نہ ایک

گھر روزانہ کی ذمہ داری لے لیتا ہے تو وہ جس کے گھر فوتگی ہوتی ہے وہ بےفکر ہو جاتا ہے۔کوئی نہ کوئی اس کے گھر کھانا پہنچا دیتا ہے۔ یہ رسم آ رہی ہے، ہمارے باپ دادا سے چلی آ رہی ہے۔ یہ بہت اچھی رسم ہے اور شرعاً بھی یہی چاہیے کہ مرنے والے کے گھر سے نہ کھایا جائے جب تک اس کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ بیوہ کا حصہ بیوہ کو ملے، بچوں کا حصہ بچوں کو ملے پھر اپنے حصے سے کوئی دے تو کھایا جائے۔میت دفن کرتے ہی وراثت کی تقسیم نہیں کی جاتی لہٰذا اس مشترکہ ملکیت میں سے کھانا جائز نہیں ہے۔تو یہ ایک اچھا طریقہ ہے کہ برادری کے لوگ اس کا اور آنے والے مہمانوں کی مہمانداری کا بوجھ بانٹ لیتے ہیں اور دس بارہ دن اس پر وہ بوجھ نہیں پڑتا تو اگرچہ یہ رواج ہیں مگر یہ شریعت کے مطابق ہیں۔ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ کوئی رسم ایسی ہو جسے شریعت قبول کرے۔تو اگر شریعت قبول کر لے تو پھر وہ رسم نہ رہی شریعت بن گئی لیکن ان رسومات کی کوئی حیثیت نہیں جو خلاف شریعت ہوتی ہیں۔انسان کا مزاج ہے کہ وہ اپنے باپ دادا کی رسم کو چھوڑنا نہیں چاہتا وہ سمجھتا ہے کہ چھوڑنے سے اس کے آباؤ اجداد کی سبکی ہوگی۔موسیٰؑ نے جب فرعون سے بات کی اور اسے بتایا کہ اللہ واحد ہے، لاشریک ہے، وہی ہر چیز کا خالق ہے جو تجھے خدا مانتے ہیں وہ کفر کرتے ہیں۔تو مخلوق ہے، تو انسان ہے، محتاج ہے، کھانے کا محتاج ہے، سونے کا محتاج ہے اور صحت بیماری کا محتاج ہے۔تجھے موت آنی ہے، کل تو مر جائے گا۔تجھ سے پہلے تیرا باپ تھا، اس سے پہلے اس کا باپ تھا، وہ سارے مر گئے۔تو انسانوں کی طرح پیدا ہوا، کل تو بھی مر جائے گا۔تو تیری عبادت کرنے والے غلط کر رہے ہیں۔یہ کفر ہے لہٰذا توبہ کرو۔اس نے فوراً سوال داغا، وہاں اہل دربار بھی بیٹھے تھے۔کہنے لگا قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی طٰہٰ:۵۱۔ہماری بات چھوڑو جو اس دین پر مر گئے ہیں ان کی بات کرو۔اس کا یہ کہنے کا مطلب یہ تھا کہ موسیٰؑ کہیں گے کہ وہ سب دوزخی تھے اور یہاں موجود سارے لوگ بھڑک جائیں گے کہ ہمارے باپ دادا کو دوزخی بتاتا ہے۔چونکہ ہر ایک کے ذہن میں ہوتا ہے کہ میرے باپ دادا بڑے سمجھدار تھے وہ جو کرتے تھے وہ ٹھیک تھا۔تو اس نے کہا جو اس دین سے پہلے مر چکے ہیں ان کا کیا ہوگا؟ موسیٰؑ نے فرمایا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ طٰہٰ:۵۲ ان کی بات میرے پروردگار کے پاس ہے۔ان کی بات میرا رب جانے۔میں تو تم سے مخاطب ہوں۔میں مرنے والوں کی بات نہیں کرتا، وہ میرے مخاطب نہیں ہیں۔رب جانے اور وہ جانیں میں تمہاری بات کر رہا ہوں جو سامنے ہے۔

آیۂ کریمہ بتا رہی ہے کہ کفار نے کہا ہمیں تو آپ کے اس دعوے میں ہی شک ہے کہ آپ کہتے ہیں آپ نبی ہیں اور آپ کو اس ہستی نے بھیجا ہے جو اللہ ہے۔آپ سے پہلے بھی ہمارے آباؤ اجداد کا طریقہ چل رہا تھا۔ہماری یہ رسومات تھیں تو بھی کام چل رہا تھا، کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔پھر یہ اللہ درمیان میں کون آ گیا؟ ہمیں تو اس بات میں شک ہے کہ اللہ ہے بھی کہ نہیں۔آپ نے بنا لیا ہے اور آپ اپنے آپ کو ہم پر مسلط کر کے اپنی بات منوانا چاہتے ہیں اور ہمارے خوامخواہ سردار بننا چاہتے ہیں، پیشوا بننا چاہتے ہیں تو فرمایا: اللہ کے رسولوں کا جواب یہ تھا اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ بے وقوفو! تمہیں اللہ کی ذات پر شک ہے فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جو تمام زمینوں اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے، ہر ذرے کا خالق ہے، رب ہے، پروردگار ہے، جس نے اسے بنایا، جو نظام ہستی چلا رہا ہے۔اس کی ہستی میں تمہیں شک ہے؟ اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ جو دعوت تمہیں اللہ کریم کی طرف سے دی جاتی ہے یا جو باتیں ہم کہہ رہے ہیں ان کا حاصل دیکھو! ان کا حاصل یہ ہے یَدْعُوْکُمْ لِیَغْفِرَ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وہ تمہیں دعوت دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی، اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت مانو تو تمہارے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔وہ تمہیں کسی مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا، تمہیں کچھ دینا چاہتا ہے۔دین کیا ہے؟

دین بندے میں رحمت الٰہی کو قبول کرنے کی استعداد پیدا کر دیتا ہے۔ دینی احکام کا حاصل کیا ہے؟ عبادات کا ، معاملات کا، اخلاقیات کا حاصل یہ ہے کہ جب بندہ اپنے نبی ﷺ کا اتباع کرتا ہے۔ اپنا کردار، اپنا عقیدہ، اپنا عمل آپ ﷺ کے اتباع میں کر لیتا ہے تو اس میں ایک ایسی خوبصورت تبدیلی آتی ہے کہ اس میں رحمت الٰہی کو جذب کرنے کی استعداد آ جاتی ہے اور جو گناہ وہ کر چکا ہوتا ہے وہ جھڑ جاتے ہیں۔ انسان کو جوئیں پڑ جاتی ہیں، جوؤں کی خوراک انسان کا خون ہے۔ اگر کسی کو جوئیں پڑی ہوں تو جوئیں تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتیں، مشکل سے ہی ملتی ہیں لیکن اگر بندہ مرجائے تو اس کے اوپر چل پڑتی ہیں۔ اس لئے کہ مردہ انسان سے انہیں وہ خوراک نہیں مل رہی ہوتی۔ جس طرح زندہ انسان کی کھال میں چھپ کر یا سر سے خون پی رہی ہوتی تھیں جب مر گیا تو خون خشک ہو گیا تو وہ میت کے اوپر چل پڑتی ہیں۔ اسی طرح گناہ کی بھی ہمارے بدن میں ایک استعداد ہوتی ہے جس سے وہ چمٹا رہتا ہے۔

جب بندہ تائب ہو کر اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے تو وہ بات ختم ہو جاتی ہے اور گناہ جھڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔ گناہ پھر بندے کے ساتھ نہیں رہتے تو انبیاءؑ نے فرمایا کہ یہ سوچو کہ اللہ کریم تمہیں کس طرف دعوت دے رہا ہے، ہم تمہیں کس طرف بلا رہے ہیں؟ یَدْعُوْکُمْ لِیَغْفِرَ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ ہم تمہیں اس طرف بلا رہے ہیں کہ تمہارے سارے گناہ جھڑ جائیں، غلطیاں معاف ہو جائیں، کوتاہیاں ختم ہو جائیں وَ یُؤَخِّرَکُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی اور جو باقی کی زندگی ہے وہ مزے سے گزرے۔ بجائے گناہوں میں گزرنے کے اللہ کی یاد میں گزرے۔ تمہیں موت تک کو جو مہلت دی گئی ہے، جتنا وقت باقی ہے وہ خوبصورت گزارے۔ تو اس میں تمہارا کیا جاتا ہے؟ تمہیں تو کچھ لینا ہی ہے، دینا تو کچھ بھی نہیں لیکن رسومات تو وہ خون ہے جو جوؤں کو چمٹائے رکھتا ہے۔ اگر تم رسومات پر رہو گے تو گناہ تو نہ صرف چمٹے رہیں گے بلکہ بڑھیں گے۔ دو متضاد باتیں بیک وقت ممکن نہیں۔ رات اور دن اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ رحمت الٰہی آئے گی تو گناہ جھڑ جائیں گے۔ توبہ کرو گے تو رحمت الٰہی برسے گی۔ توبہ نہیں کرو گے، گناہ کرتے رہو گے تو اس کی رحمت تو عام ہے عام ہی رہے گی لیکن تمہاری قبولیت کی استعداد ختم ہو جائے گی۔ جیسے آئینے میں انعکاس کی استعداد ہے۔ سورج کے سامنے کرو تو وہ سورج کی طرح روشنی دینے لگتا ہے۔ پتھر سورج کے سامنے پڑا ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ توبہ سے وہ استعداد آ جائے گی کہ تمہارے گناہ جھڑ جائیں گے اور جو باقی زندگی ہے وہ خوبصورت ہو جائے گی۔

اب جب اس طرف سے لاجواب ہوئے تو وہ کہنے لگے تم عجیب باتیں کرتے ہو۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تم تو ہماری طرح

کے انسان ہو، بشر ہو، کھاتے پیتے ہو، تمہیں بھوک لگتی ہے، چلتے پھرتے ہو، کپڑے پہنتے ہو، گرمی سردی کے محتاج ہو، بیوی بچوں والے ہو۔ ہم میں اور تم میں کیا فرق ہے کہ تم کہتے ہو ہم نبی ہیں اور ہم اللہ کی بات بتا رہے ہیں؟ ہم اور ہمارے باپ دادا کے رواجات کو جو ہم نے اپنا رکھے ہیں انہیں خوامخواہ رد کر رہے ہو۔ تُرِيدُونَ اَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ابراھیم:۱۰ تم یہ چاہتے ہو کہ ہم اپنے باپ دادا کی بنائی ہوئی باتیں چھوڑ دیں جس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارے باپ دادا جاہل تھے، بے وقوف تھے، غلط کار تھے، کافر تھے۔ انہوں نے جو رسومات بنائیں وہ غلط تھیں۔ ہم تمہاری یہ بات کیوں مانیں؟ کوئی واضح دلیل، کوئی ایسا بہت بڑا معجزہ دکھاؤ کہ ہم تمہاری بات مان لیں۔ انبیاءؑ نے کیا خوبصورت جواب دیا فرمایا قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ جہاں تک بشریت کا تعلق ہے ہم بھی آدمؑ کی اولاد ہیں۔ تمہاری طرح انسان ہیں۔ کھاتے پیتے ہیں، سوتے جاگتے ہیں، گرمی سردی محسوس کرتے ہیں، انسانی خصوصیات ہم میں بھی ہیں لیکن ہم پر اللہ کریم کا انعام ہے۔ اس نے ہمیں نبوت سے سرفراز کیا ہے۔ اور یہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے یہ تو اس کی اپنی عطا ہے جس کو چاہا اسے سرفراز کر دیا۔ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس پر احسان کر دیتا ہے۔ ہمیں اس نے نور نبوت سے سرفراز فرمایا اور نور نبوت کی خاصیت عجیب ہوتی ہے۔ نبیؐ نے جب اہل مکہ کو دعوت دی تو آپ ﷺ اسی کوہ صفاء پر جلوہ افروز ہوئے جو اب میدان کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ جو لوگ حج پر تشریف لے جاتے ہیں انہوں نے چاہ زمزم کا تہہ خانہ تو دیکھا ہوگا۔ اس تہہ خانے کی جو سطح ہے یہ بھی زمزم سے بہت اوپر ہے۔ اسمیں بھی زمزم شریف کا کنواں بنا ہوا ہے۔ اس عہد میں زمین اس کنوئیں کی سطح کے برابر تھی کیونکہ زمزم کنواں نہیں کھودا گیا تھا۔ اسماعیلؑ کے پاؤں سے جہاں لکیر پڑی تھی وہاں سے پانی نکلنا شروع ہو گیا تو زمین بہت نیچی تھی اور یہ

پہاڑیاں بہت اونچی تھیں۔ اب بھرتے بھرتے پہاڑیوں کا نشان ہی رہ گیا ہے تو حضور ﷺ کوہ صفاء پر تشریف لے گئے اور قریش کے ایک ایک قبیلے کو آواز دے کر پکارا کہ میری بات سنو۔ لوگ جمع ہو گئے۔ ہر قبیلے کے لوگ جو موجود تھے وہ آ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے بارے تمہاری کیا رائے ہے؟ سب نے کہا ہم آپ کو سچا بھی سمجھتے ہیں اور امانتدار بھی، صادق اور امین کے الفاظ تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں اس پہاڑ کے اوپر کھڑا ہوں تم پہاڑ کے پاؤں میں کھڑے ہو۔ تمہارے سامنے پہاڑ کا ایک رخ ہے میرے سامنے پہاڑ کے دونوں رخ ہیں۔ اگر میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک بڑی فوج آ رہی ہے وہ تم پر حملہ کر دے گی تو؟ تو وہ کہنے لگے آپ سچے ہیں امین ہیں، ہم آپ کی بات مانیں گے۔ آپ کیوں غلط کہیں گے اس لئے کہ آپ کو دوسری طرف بھی نظر آ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میری حیثیت یہی ہے۔ اللہ نے مجھے نبوت سے سرفراز فرمایا ہے۔ تم ایک رخ سے جہان کو، عالم دنیا کو دیکھ رہے ہو۔ میرے سامنے آخرت تمہاری دنیا سے زیادہ واضح ہے۔ میں تمہیں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور آخرت کے حقائق کی خبر دیتا ہوں۔ اس پر وہ برہم ہو گئے اور بات آگے چلی۔ لیکن میں بتانا یہ چاہتا تھا کہ نبوت کی شان یہ ہوتی ہے کہ ہم دنیا ہی دیکھتے ہیں وہ بھی اپنی محدود نظر سے پھر اندازے لگاتے رہتے ہیں یہ کروں گا تو پھر یہ فائدہ ہو جائے گا، یہاں سے میری عزت بڑھ جائے گی، یہ ہوگا یا وہ ہوگا۔ وہ بھی اندازے ہوتے ہیں اور اکثر غلط ثابت ہوتے ہیں۔ نبیؐ کی ہر بات حق ہوتی ہے وہ دنیا کے بارے ہو یا آخرت کے بارے ہو اور ہم اس طرح دنیا کو واضح نہیں دیکھ سکتے جس طرح نبیؐ واضح طریقے سے آخرت کو دیکھتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا بے وقوفو! ہم پر تو اللہ نے احسان کیا اور ہمارے پاس یہ طاقت نہیں وَ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ ہماری یہ حیثیت نہیں ہے کہ ہم تمہیں معجزے دکھاتے پھریں۔ ہم سے یہ نہیں ہوتا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ہاں اللہ کوئی معجزہ دکھانا چاہے ہمارے ہاتھ پر صادر

کردے تو یہ اس کی مرضی، یہ بات ہمارے بس میں نہیں ہے۔ ہمارا منصب جلیلہ یہ ہے کہ اللہ کریم کی بات تم تک پہنچائیں۔ اس سے بڑا کوئی منصب ہوسکتا ہے؟ جو قاصد کہیں جاتا ہے اس کی عزت ہمیشہ بھیجنے والے کی عزت کے مطابق کی جاتی ہے۔ ایک عام آدمی کا قاصد آتا ہے اس کی عزت اور ہوگی۔ کسی خاص آدمی کا قاصد آتا ہے اس کی اور ہوگی۔ اس کی عزت اس کے مرتبے کے لحاظ سے ہوگی۔ جب اللہ کا قاصد، اللہ کا پیغمبرؑ آتا ہے اس کی عظمت کا کیا ٹھکانا وہ تو اللہ کا پیغامبر ہے۔ انہوں نے کہا ہمارے ذمے تمہیں عجائبات دکھانا نہیں ہے۔ ہمارے ذمے ہے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچانا، تمہاری رہنمائی کرنا، جس میں تمہاری آخرت بھی سدھر جائے، دنیا بھی سدھر جائے۔ ہاں اللہ چاہے تو تمہاری تسلی کے لئے کوئی معجزہ صادر کردے تو وہ قادر ہے۔ وہ معجزہ صادر ہوجائے گا۔

اور یہی حال مشائخ کا اور اولیاء اللہ کا ہوتا ہے کہ یہ لوگ انبیاءؑ کے قاصد ہوتے ہیں۔ نبیؐ اللہ کے قاصد ہوتے ہیں تو مشائخ بارگاہ رسالت کے قاصد ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کا احترام بارگاہ رسالت کا احترام ہے اور ان کی بات پر غور کرنا چاہئے کہ اس بندے نے جو بات کہی ہے یہ میرے نفع میں ہے یا نقصان میں ہے کرامات کے پیچھے نہیں جانا چاہیے کیونکہ ہم میں تو یہ تمیز بھی نہیں کہ کرامت کیا ہے اور شعبدہ کیا ہے، ورنہ ہم مداری کے پیچھے بھاگنے لگیں گے۔ اور عوام کا حال یہی ہے کہ مداریوں کے پیچھے بھاگ رہے ہیں، پیسہ ضائع کر رہے ہیں اور عقیدہ ضائع کر رہے ہیں۔ انبیاءؑ نے فرمایا کہ ہماری شان یہ ہے کہ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ o نبیؑ تو پیغمبر ہوتا ہے، ایمان بانٹنے والا ہوتا ہے۔ ہم اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ہم نے اپنی ذمہ داری پوری کرنی ہے اور اللہ کی بات بڑی واضح پہنچانی ہے۔ آگے کیا ہوگا؟ مخلوق کا اور اللہ کا، رب کا اور مخلوق کا معاملہ ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اپنا حق ادا کریں۔ وَ مَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰنَا سُبُلَنَا اور فرمایا کیا وجہ ہے کیوں ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں جب اس نے اپنی بارگاہ کے کئی راستے دکھا دیئے۔ اس نے ہم پر اپنی بارگاہ کے راستے واضح کردیئے، کھول دیئے۔

وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ دنیاوی طور پر تم ہمیں کوئی ایذا پہنچاؤ، تکلیف دو، شہید کردو، زخمی کردو، پتھر مارو، کھانا بند کردو، پانی بند کردو تو یہ تم کرسکتے ہو لیکن ہم اس پر صبر کریں گے، گھبرائیں گے نہیں۔ یہ عالم دنیا ہے اور وہ دیکھ رہا ہے۔ تمہارا کردار تمہارے لئے ہے، ہمارا کردار ہمارے لئے ہے۔ تم باپ دادا کی رسومات پر اڑ کر ہماری مخالفت کر رہے ہو۔ ہم اللہ کی بات پر قائم ہوکر، اس کے بھروسے پر حق بات کہہ رہے ہیں۔ اگر تم ہماری مخالفت کروگے تو ہم اس پر صبر کریں گے اور وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ o اور بھروسہ کرنے والے ہمیشہ اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ سو دیکھا یہ جائے گا کہ جو بات ہم تک پہنچائی جارہی ہے کیا وہ واقعی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات ہے تو پھر بات ختم ہوگئی۔ اگر واقعی ایسا ہے تو پھر نہ ماننے کا کیا سوال؟

دوسری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مشائخ یا اہل اللہ کی جو زندگیاں اس میں بسر ہوجاتی ہیں بڑے خوش نصیب لوگ ہوتے ہیں جنہیں اللہ اس کام کے لئے چن لیتا ہے کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات کو آگے پہنچاتے ہیں اور پھر سب سے عظیم وہ خوش نصیب لوگ ہوتے ہیں جو صرف کلام نہیں کیفیات بھی منتقل کرتے ہیں۔ مشائخ سلاسل کی عظمت کا اندازہ ہمیں میدان حشر میں ہوگا۔ یہاں نہیں ہوسکتا۔ یہ بہت عظیم لوگ ہیں۔ اصول یہ ہے کہ وہ بندہ بات کرے جو صاحب علم ہو اسی طرح کیفیات پہنچانے میں بھی ایک درجہ ہے۔ کیفیات بھی ہر بندہ منتقل نہیں کرسکتا۔ سیکھنے والا پانے والا کیفیات حاصل بھی کرتا رہے تو آگے دینے کیلئے ایک خاص قوت چاہیے۔ لیکن ایک بڑی خوبصورت بات ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰيَة او کما قال رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا میری طرف سے آگے پہنچا دو۔ الفاظ یہ ہیں ''میری طرف سے'' اس پر غور کیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرے قاصد بن جاؤ، میرا پیغام پہنچا دو خواہ میرا ایک ہی جملہ تمہارے پاس ہے وہ

رزق حلال عین عبادت ہے

العروج انٹرنیشنل ٹریولز P.S.A

ویزہ عمرہ
کیلئے بہترین پیکج حاصل کریں

سلسلہ احباب کیلئے خصوصی آفر
زیارت حرمین شریفین اور

رمضان المبارک
تک ایڈوانس بکنگ جاری ہے

ٹوٹل راتیں	مکہ	مدینہ	مکہ	ٹوٹل روپے
14 راتیں	3	8	3	18500
20 راتیں	6	10	4	23000
27 راتیں	8	14	5	27500

ساتھی ہر ماہ اجتماعی طور پر اکٹھے عمرہ پر جانے کیلئے ایڈوانس بکنگ کروا سکتے ہیں

زائد راتوں کی صورت:
مدینہ منورہ فی رات 500 پاکستانی
مکہ مکرمہ فی رات 850 پاکستانی

مینجنگ ڈائریکٹر: حافظ حفیظ الرحمٰن ٹوبہ ٹیک سنگھ

ٹکٹ کے علاوہ مکمل پیکج
درج ذیل ہیں جو 25 شعبان تک ہونگے
یکم شعبان سے ویزہ اپروول ریٹ بڑھ سکتے ہیں

العروج انٹرنیشنل ٹریولز P.S.A
عبداللہ چوک ٹوبہ ٹیک سنگھ

Ph: 0462-51159,512559 - Mob: 0334-6289958 - E-mail:alarooj@hotmail.com

آپس میں موافق رہو طاقت ہے تو یہ ہے
صحت بھی ہو روزی بھی ہو دل کو بھی تسکین
دیکھو نہ بہم عیب محبت ہے تو یہ ہے
دنیا میں بشر کے لئے نعمت ہے تو یہ ہے

مطب حکیم محمد الیاس

مقوی دماغی

جملہ اعصابی بلغمی کمزوری، کھانسی، دمہ قلبی بواسیر، پراسٹیٹ گلینڈز پتھری گردہ، نسیان، ضعف دماغ، دائمی زکام، یرقان، خفقان قلب دل کا ڈوبنا، آنکھوں کے جملہ امراض مثلاً دھند جالا، ککرے، آشوب چشم کا بفضلہ تعالیٰ مکمل علاج کیا جاتا ہے۔

مقوی دماغی: قوت حافظہ اور دماغ کیلئے ایسی زبردست اکسیر ہے جس کے چند روز استعمال سے برسوں کی بھولی ہوئی چیزیں یاد آنے لگتی ہیں۔

مقوی دماغی: ایسے اصحاب کے لئے جو دماغی محنت کرتے ہوں بہترین نعمت ہے دماغ کی تمام قوتوں میں ایک نئی روح پھونک دیتی ہے۔

مقوی دماغی: کے ساتھ استعمال کرنے سے طبیعت خوامخواہ مطالعہ کی طرف راغب ہوجاتی ہے۔ آج ہی طلب فرمائیں۔

روغن زلف دراز

بالوں کا گرنا، سفید ہونا، نسیان، خشکی دور کرنے میں مفید ہے، بالوں کو گھنا ملائم دراز کرتا ہے۔

حکیم محمد الیاس
D.S.O.L.S ایم اے عربی
0344-2670325 اسلامیات

159/4 جعفر باغ، ماڈل کالونی، کراچی
ٹائمنگ صبح: 9:00 تا 11:00، رات: 9:00 تا 10:00

آگے پہنچا دو۔تو ایک درجہ میں تو بارگاہ رسالت کا قاصد وہ بھی بن گیا۔تو یہ تو ہم سب کے لئے ہے۔یہ تو ہم سب کر سکتے ہیں۔مقام حیرت ہے کہ لوگ گویوں سے گانا سیکھتے ہیں اور اسے دنیا میں پھیلانے کی پوری سعی کرتے ہیں اور پھر اس کے البم بناتے ہیں کروڑوں خرچ کرتے ہیں اور کروڑوں کماتے ہیں۔شعبدہ باز شعبدہ سیکھتے ہیں پھر دنیا میں تماشہ دکھاتے ہیں اور دنیا میں پھیلاتے ہیں۔بندۂ مومن کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات پہنچے اور وہ آگے نہ پہنچائے یہ کیا بات ہے؟ اور پھر جن لوگوں کو کیفیات قلبی نصیب ہوں وہ دوسروں کو نہ پہنچائیں؟ کہا جاتا ہے۔دوسرے نہیں مانیں گے، مذاق اڑائیں گے تو اڑالیں، تھپڑ ماریں گے ماریں ہم صبر کریں گے لیکن بات پہنچائیں گے۔پہنچانے والا بارگاہ رسالت کا قاصد بن جائے گا۔تو کیسی عجیب بات ہے۔ہمیں کیوں جھجک آتی ہے کہ ہم کسی سے ذکر نہ کریں کہ اللہ اللہ کرنی چاہیے؟ برکات نبوت حاصل کرنی چاہئیں۔واقعی ہم نہیں کرتے۔میں نے ایسے ساتھی دیکھے ہیں جو ساری عمر ذکر کرتے رہتے ہیں لیکن بیوی بچوں کو بھی نہیں بتاتے بہن بھائیوں کو نہیں بتاتے کہ نہیں مانیں گے۔پھر بھی بتاؤ تو سہی چور چوری کرنے کے لئے ساتھی بنالیتا ہے۔ڈاکو ڈاکہ ڈالنے کیلئے ساتھی بنالیتا ہے۔کبوتر باز کبوتر اڑانے کیلئے ساتھی بنالیتا ہے۔بھنگی بھنگ پینے کیلئے ساتھی بنالیتا ہے۔زمیندار، کاشتکار ہل چلانے کیلئے ساتھی بنالیتا ہے۔تاجر تجارت کے لئے ساتھی بنالیتا ہے اور اکٹھے جا کر پیسے جمع کر کے سودا لے آتے ہیں۔ہر شعبہ کا بندہ اپنے اپنے ساتھی بنالیتا ہے۔اللہ والوں سے ساتھی نہیں بنتے؟! اگر ہم واقعی اس منصب کو اس بات کو سمجھیں تو ایک سال میں اگر ہم ایک بندہ بھی ساتھ ملالیں تو ہمارا اگلا اجتماع اس سے دوگنا ہوگا۔یہ نابات۔تو بھئی صرف تقریر کرنا اور تقریر سننا اور چلے جانا یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔نشستند گفتند برخاستند۔آپ نے کہہ دیا حضرت کا بیان بڑا خوبصورت تھا، حضرت بھی خوش ہو گئے یہ کوئی بات نہیں۔باتیں نہ حضرت کی ہیں نہ حضرت کے باپ کی ہیں۔باتیں اللہ کی ہیں اللہ کے رسول ﷺ کی ہیں۔خوبصورت تو ہوں گی، میٹھی بھی ہوں گی، لذت بھی ہوگی لیکن اللہ کا ذکر کرو اور اس طرح کرو حَتّٰی یَقُوْلُوْ مَجْنُوْن۔۔اور کما قال رسول اللہ ﷺ کہ لوگ کہیں پاگل ہوگیا ہے۔یار کوئی اللہ کیلئے بھی پاگل بنے اپنی دنیا کے لئے تو ہر کوئی پاگل کہلا لیتا ہے۔جہاں کام ہو وہاں بندے سے چمٹ جاتے ہیں کہ میری درخواست منظور کروا دو، مجھے نوکری دلوا دو۔وہ کہتا ہے تو پاگل ہے مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔دس دفعہ ہمیں پاگل کہے ہم چمٹ جاتے ہیں نہیں یار یہ مہربانی کر۔ایسا ہوتا ہے کہ نہیں؟ کوئی مقدمہ عدالت میں ہوتا ہے۔اگلا دھکے دیتا ہے، ہم چمٹ جاتے ہیں، خدا کے لئے میری یہ سفارش کردو، میرا یہ کام کردو۔ہم پاگل ہوجاتے ہیں اپنی خواہشات کے لئے، کبھی اللہ کے لئے بھی تو پاگل ہوجائیں۔لوگ کہیں یہ بے وقوف ہے، یہ دیوانہ ہے۔کہنے دو انہیں یہ کتنی عجیب بات ہے کہ میدان حشر میں کسی کو بارگاہ رسالت ﷺ کے قاصد ہونے کا شرف نصیب ہو تو کتنا خوش نصیب شخص ہے۔

سو میرے بھائی ان آیات مبارکہ سے تین باتیں حاصل ہوئیں۔ایک بات یہ کہ رسومات کی کوئی حیثیت نہیں جب تک وہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق نہ ہوں اور مطابق ہوں تو وہ رسومات نہیں ہیں وہ شریعت ہے۔دوسری بات اہل اللہ بھی انسان ہی ہوتے ہیں ان سے خدائی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔شیخ سے وہ امیدیں وابستہ نہ کرو جو اللہ کا حق ہے وہ بھی تمہاری طرح انسان ہے محتاج ہے، بھوک لگتی ہے، پیاس لگتی ہے، سوتا ہے، جاگتا ہے، بیمار ہوتا ہے، صحت مند ہوتا ہے۔بات صرف یہ ہے کہ تم اس بات کا احترام کرتے ہو کہ وہ تم تک برکات نبوت پہنچاتا ہے۔باقی وہ بھی عام انسان ہے اس میں خدائی صفات نہیں ہیں۔تیسری بات یہ حاصل ہوئی کہ ہم میں سے ہر ایک بارگاہ رسالت ﷺ کا قاصد بن سکتا ہے اگر وہ بننا چاہے اور ہر ایک کو بننا چاہیے۔اللہ کریم توفیق ارزاں فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین ۔

من الظلمت الی النور

ایک خوشگوار حادثہ

پروفیسر محمد یوسف باجوہ

قارئین کرام! میں حلقہ اویسیہ میں گذشتہ رمضان المبارک میں شامل ہوا۔ واردات قلبی کی کیفیات آپ سے Share کرنے جا رہا ہوں لیکن قبل ازین مختصراً اپنا تعارف کرانا چاہوں گا کیونکہ نو وارد ہوں اور آپ حضرات کو تجسس میں مبتلا رکھنا نہیں چاہتا۔

سرگودھا یونیورسٹی کے شعبہ انگلش سے سبکدوش ہوا ہوں۔ ''جاٹ باجوہ'' برادری سے تعلق ہے۔ پکا ٹھکا جٹ اور پینڈو ہوں۔ اردو اور انگریزی میں لکھنا لکھانا میرا شعبہ نہیں۔ بس روزی کی مجبوری کی بناء پر پروفیسر بن گیا۔ چنانچہ میرے بیان میں کوئی ربط نہ ہوگا بس حالات وواقعات دیانتداری سے آپ کی نظر کرونگا۔

میں اگرچہ ساری عمر Paradise Lost اور Rape of the Lock وغیرہ پڑھتا رہا ہوں تاہم مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے کے ناطے نماز روزہ کی پابندی رہی اور قرآن حکیم کا مطالعہ بھی رہا (الحمد اللہ)۔ پیر محمد کالونی کی ایک مسجد میں ایک دن جانا ہوا تو وہاں پر ذکر کی ایک محفل جاری تھی۔ نماز کے بعد میں بھی دوزانو بیٹھ گیا۔ ایک حاجی شکیل نامی صاحب میر ذکر تھے۔ وہ لطائف کا ذکر کرا رہے تھے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا لیکن میں اہل ذکر کی نقل میں مسلسل سر ہلاتا رہا۔ دوسرے پیر کو اور پھر آئندہ پیر کو بھی حاضری ہوئی۔ عجیب منظر تھا۔ ایک صاحب اس جنون سے ذکر کر رہے تھے جیسے آہن گر سرخ لوہے پر بہت بھاری ہتھوڑے سے پیہم ضربیں لگا رہا ہو۔ ایک دوسرے ذاکر جو کافی نحیف سے بدن کے مالک تھے اس جوش سے محوذکر تھے کہ سانس اس طرح چل رہی تھی جس طرح لوہار کی دھونکنی محوعمل ہو۔ مجھے کچھ کچھ ہنگامہ اپنے اندر برپا ہوتا محسوس ہوا۔ جس کو میں نے ''خوشگوار حادثہ'' کا نام دیا ہے۔

ذکر کے اختتام پر میں نے ایک ذاکر سے دریافت کیا ''مولوی صاحب! مجھے اس سلسلہ ذکر کے متعلق تعارف مطلوب ہے کیا آپ میری کچھ مدد کر سکتے ہیں؟ انہوں نے اپنے تھیلے سے ایک کتابچہ نکال کر میرے حوالے کیا۔ گھر آ کر میں نے اس کتابچے کا بغور مطالعہ کیا لیکن میری تسلی نہ ہوئی۔ میں نے پہلی بار اس حیرت انگیز عمل کی نوید سنی تو آرزو پیدا ہوئی دیکھنا تو چاہیے اس کی اصل کیا ہے۔؟

اس کے قبل میں پاکستان کے تقریباً سارے درباروں میں حاضری دے چکا تھا لیکن مایوس ہی ہوا۔ خواجہ گنج شکرؒ کے دربار پر حاضری سے البتہ دل میں ہلکی سی ٹھنڈک ضرورت پیدا ہوئی۔ اس کے بعد میں کسی زندہ راہنما کی تلاش میں رہا۔ بہت سال گزرے کسی نے مجھے بتایا کہ منارہ میں ایک مسجد میں سینکڑوں لوگ اعتکاف کرتے ہیں میں حیران ہوا کیونکہ ایسا کبھی سنا نہ تھا۔ میں منارہ کے علاقے سے اچھی طرح مانوس تھا ایک زمانے میں، میں ان ٹرینڈ گریجویٹ کی حیثیت سے پیل ہائی سکول میں متعین رہا تھا۔ بڑا خوشگوار علاقہ ہے۔ ایک دن میں نے سوچا منارہ چلتے ہیں۔ یہ اعتکاف کے دنوں کی بات ہے۔ وہاں گرمی کم ہوگی، کھانا مفت ملے گا۔ ایک ہجوم سے ملاقات ہوگی۔ ثواب کا ثواب اور مفت کی سیر حرج کیا ہے! کونسا نامانوس سفر ہے۔ مختصر سا بستر باندھا اور منارہ

روانگی ہوئی۔

معمول کی کاروائی کے بعد مسجد کے بالائی فرش پر بستر ڈال کر کھڑکی سے باہر کے مناظر کا جائزہ لیا۔ شاہانہ سی ٹھاٹھ باٹھ نظر آئی۔

نیچے آکر مسجد کی سطح پر ایک نوٹس پر نظر جم کر رہ گئی۔ جناب شیخ طریقت کے دعویٰ بلکہ چیلنج پر حیرت (خوش کن) ہوئی تھی۔ ''میں ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں کہ اسم اعظم کے ذریعہ سے بندے کے وجود کو منور کر سکتا ہوں'' میں نے چونکہ ''یہ مجھ پر میرے اللہ کا احسان ہے'' والی سطر نہیں پڑھی تھی اس لئے میری سوئی اس دعویٰ پر اڑی رہی۔ بعد میں کیا ہوا آگے بیان کرونگا............

مغرب کی نماز تک کوئی چھ سو افراد مسجد مذکور میں فروکش ہو چکے تھے اور معمول کے اذکار اور تعلیمات کا سلسلہ اگلے روز باقاعدہ شروع ہو گیا۔ بڑی Tight Exercise تھی۔ نماز، ذکر، تلاوت قرآن پاک پھر مختلف Groups میں روحانیت کے اسباق۔ میں اس Exercise کیلئے چونکہ تیار ہو کر نہیں آیا تھا مجھے یہ خاصی مشقت سی لگی۔ یہاں نقشہ ہی اور تھا۔ میں تو صرف اعتکاف اور تلاوت و تسبیحات کیلئے آیا تھا مگر یہاں تو صورت حال یکسر میرے مزاج کے برعکس تھی۔ بہر حال میں نے ایک صاحب سے راہنمائی کا فیصلہ کیا۔ موصوف نے مجھے ''کنوز دل'' نامی کتاب دی جسے میں نے دو گھنٹوں میں پڑھ ڈالا۔ اب میں نے ذکر میں دلچسپی لینا شروع کر دی مگر بے دلی سے۔ اسی دوران منڈی بہاؤالدین کے کچھ نوجوان طلباء جو میری طرح نوارد تھے سے یاداللہ ہوگئی وہ بھی میری طرح اس ذکر خیر سے تنگ لگتے تھے۔ جب لوگ ذکر میں مصروف ہوتے تھے ہم سب اس عمل پر تبصرہ کرتے رہتے تھے۔ انجیر کے مربہ، دوائیوں اور دیگر مصنوعات کے سٹال دیکھ کر میں متذبذب ہونے لگا کہ یہ سارا معاملہ تو خاصہ سیدھا سادھا Business دکھائی دیتا ہے۔ گویا میں اپنی عقل کے گھوڑے دوڑا رہا تھا۔ جب تحقیق پر پتہ چلا کہ اس کاروبار کا سارا منافع خدمت خلق پر صرف ہوتا ہے تو میں بے حد پشیمان ہوا۔ جب مجھے پتہ چلا کہ محترم حضرت شیخ المکرم اکرم اعوان کا اپنا وسیع کاروبار ہے اور وہ خود اچھی خاصی جائیداد کے مالک ہیں تو مجھے مزید شرمندگی ہوئی۔ یہ سب کچھ تو موصوف کی ذاتی محنت کا ثمر ہے جو ہر لحاظ سے جائز ہے۔ ہمارے انبیاءؑ بھی تو دینی خدمات کے ساتھ تجارت بھی کرتے تھے اور بیشتر آسودہ حال بھی ہوتے تھے۔

اب تھوڑا سا ذکر بیعت ہونے کا ہو جائے۔ ہمارے پورے خاندان میں کوئی فرد کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت نہیں گویا ہم سب بے مرشدے ہیں۔ مرشد کی اہمیت کا احساس مجھے ایک دفعہ عمرہ کے دوران ہوا۔ میں مسجد نبوی میں ''ریاض الجنت'' میں نفل ادا کرنے لگا تو شیطان نے آلیا۔ زبان پتھر ہوگئی۔ میں شدید اذیت میں مبتلا ہو گیا۔ کسی سے ذکر کیا تو اس نے دریافت کیا مرشد کون ہے؟ میں نے جواب دیا بے مرشدہ ہوں تب اس نے فرمایا۔ کوئی مرشد ہوتا تو تمہاری مدد کو آتا۔

لیکن سچ کہتا ہوں منارہ میں بیعت کی غرض سے ہرگز نہیں آیا تھا۔ اعتکاف کے پہلے روز احباب نے پوچھنا شروع کر دیا بیعت کا ارادہ ہے؟ میں نے انہیں کہا ہاں! اسی روز بیعت میں شریک لوگوں کی قطار میں، میں بھی شامل ہو گیا۔ لیکن اس اثنا میں شیطان حائل ہو گیا۔ میں نے حضرت سے عہد تو کر لیا لیکن اپنے کوائف والا کاغذ ساتھ لیا اور اپنی جگہ پر چلا گیا۔ میں بلاوجہ افسردہ ہونے لگا۔ دو دن میں نیند کی گولی لے کر سوتا رہا۔ دوستوں ساتھیوں سے کنارہ کش ہو گیا۔ میں اعتکاف توڑ کر گھر بھاگنے کا سوچنے لگا۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے روشنی بخشنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ میری طبیعت سنبھلنے لگی۔ ہماری واپسی میں دو دن باقی تھے۔ کئی ساتھیوں نے استفسار کیا بیعت ہو گئے ہو؟ میں نے کئی مرتبہ جھوٹ بولا کیونکہ بیعت تو میں نے پوری کی ہی نہ تھی۔

میں اپنی جگہ پر چادر اوڑھ کر لیٹا ہوا تھا کہ میاں رشید صاحب مجاز مجھے پکڑ کر ایک حلقہ درس میں لے گئے۔ وہاں واقف حال طالبعلم میرے قریب آ کر بیٹھ گیا اور پوچھنے لگا پرسوں ہم لوگ گھروں کو لوٹ جائیں گے۔ آپ گھر جا کر لوگوں کو کیا بتائیں گے؟ میں خاموش رہا۔ عزیزی یقیناً خرد و دانش کا مالک تھا۔ گویا ہوا! پروفیسر صاحب! آج تو فقیر (مکرمی اعوان صاحب) نے حد نہیں کر دی۔ ''جھوٹے پر اللہ کی لعنت'' اب کوئی کسر رہ گئی ہے تو بتائیں! اس کے اس جملے کو سن کر میرے اندر کا غبار لمحہ بھر میں صاف ہو گیا۔ سینہ منور منور سا ہو گیا۔ درس کے اختتام پر میں سیدھا لائبریری گیا اور تین عدد کتب خرید لیں اور خزانچی کے پاس جا کر حسب توفیق کھانے کی مد میں بھی کچھ رقم جمع کرا دی حالانکہ میں کھانے کیلئے کچھ ادا کرنے سے گریزاں تھا۔ ہم یہاں شیخ مکرم کے مہمان ہیں اور حضور آسودہ حال بھی ہیں ہمارے چند دن کھانے میں آخر ان کا کیا بھاری خرچ ہوا ہوگا؟ اب ضمیر نے اس سوچ پر بھی ملامت کی۔ میرے پاس کافی رقم کے Prize Bonds موجود تھے۔ میں نے وہ گھر جاتے ہی واپس بینک میں دے کر اس رقم سے ایک طالب علم کی خدمت کر دی اور بقایا رقم ایک رشتہ دار کو دے دی۔

ہاں یاد آیا ایک دن میں نے ذکر سے پہلے ایک آدمی سے جو جناب شیخ کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھا دریافت کیا۔ یہ روحانی بیعت کی کیا صورت ہے اور کن لوگوں کو یہ سعادت حاصل ہوتی ہے؟ بولا! مجھے اندر کی بات کا تو علم نہیں لیکن یہ مالدار لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ شاید وہ فہم و فراست سے پیدل تھا یا پھر برادری کا کوئی ''وٹ'' نکالنا چاہ رہا تھا۔ کیونکہ میں چند ایسے حضرات سے بھی مل چکا تھا جو بہت نادار اور مفلس تھے لیکن روحانی بیعت سے فیض یاب ہو چکے تھے۔ ان حضرات میں سے ایک خدا بخش جنجوعہ نامی آدمی سے میری ملاقات ہوئی۔ بڑا درویش منش شخص لیکن تقریباً ان پڑھ مگر انتہائی عقیدت مند۔ میں نے روحانی بیعت کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا یہ خاصہ احتساب کا Process ہے بڑی جان مارنی پڑتی ہے، بڑے اسباق یاد کرنے ہوتے ہیں، پھر ایک ممتحن (سلوک کے اسباق کا) بڑا لمبا چوڑا انٹرویو کرتا ہے تب وہ Green Signal دیتا ہے اور روحانی بیعت کی باری آتی ہے۔

ایک ابتدائی بیعت کا میں نے ذکر کیا ہے وہ ادھوری تھی۔ کیونکہ میں دلی طور پر مطمئن نہیں تھا۔ دوسرے میں نے کوائف وغیرہ پیش نہیں کئے تھے لہٰذا آخری نشست والی واردات کے بعد میں اصلی بیعت کرنا چاہتا تھا۔ میں دوبارہ 5 آخری دن بیعت کے خواہش مند حضرات کی قطار میں بیٹھ گیا۔ میرے دل میں ندامت اور خوف سا پیدا ہو رہا تھا کہ اگر ''حضرت اعلیٰ'' کو اپنی روحانی قوت سے پتہ چل گیا کہ بندہ دوسری مرتبہ بیعت کیلئے آ بیٹھا ہے تو اچھا نہ ہوگا۔ پھر میں نے دل کو سمجھایا کہ فقیر لوگوں کو کشف ہو بھی جائے تو وہ بندے کی تضحیک نہیں کرتے، ان کے دل پہاڑ جتنے بڑے ہوتے ہیں۔ جناب والا! دوبارہ بیعت کی بات بھی آپ نے پہلی بار سنی ہوگی۔

اسی شام کو میرے قلب و ذہن کی قدرے صفائی ہو گئی تھی منڈی بہاؤالدین کے ایک نوجوان انجینئر (جن کی بڑی خوبصورت وضع قطع اور گھنی داڑھی تھی) میرے پاس آئے۔ بیعت کی مبارک دی اور کہنے لگے آج شام آپ کو ایک ممتحن کمپیوٹر سے ملوانا ہے، تیار رہئے گا۔ میں اس ممتحن کی شہرت سن چکا تھا اس Fear سے ممتحن کو میری اندرونی کیفیات کا بذریعہ کشف علم ہو گیا تو بڑی توہین ہوگی۔ سو میں اس پیشی سے کترا رہا تھا لیکن انجینئر مجھے گھسیٹ کر لے گیا اور ممتحن کے سامنے لا بٹھایا۔

کچھ دیر بعد میری باری آ گئی۔ اس محترم ساتھی نے رسمی بات چیت کے بعد آنکھیں بند کر لیں اور میرے دل پر ہاتھ رکھ لیا۔ پروفیسر صاحب! عقل کو ضرورت سے زیادہ استعمال نہ کیا کریں! ممتحن نے آنکھیں کھولتے ہوئے فرمایا۔ ''بے خطر کود پڑا آتش

نمرود میں عشق'' کا مصرع دہراتے ہوئے مسکراتے رہے۔ بڑے وضعدار آدمی ہیں۔ دوبارہ آنکھیں بند کرکے پوچھا ''قلب کی حالت کیسی ہے؟ میں نے جواب دیا Normal سی ٹک ٹک ہے۔ بولے نہیں! یہ ھُو کی صدا ہے۔ اس میں ایک ذات اقدس قیام کرتی ہے ''دل کے آئینے میں ہے تصویر یار، جب کبھی گردن جھکائی دیکھ لی'' بس اس پر نظر جمائے رکھا کرو! جاؤ! ہاں یاد آیا ''پلاؤ'' کھاتے جانا اور حضرت سے مصافحہ بھی کرتے جانا۔

تادیر میں اپنی ''عقل'' کی جولانیوں پر پریشان ہوتا رہا۔ رات پلاؤ کھایا حضور انور سے مصافحہ کیا اور واپسی ہوئی۔ دوران اعتکاف، افطار اور کھانے کے اوقات پر جو نظم وضبط میں نے مشاہدہ کیا کمال تھا۔ تقریباً آٹھ نو سو افراد کے ہجوم کی Service انتہائی Disciplined طریقے سے ہوتی رہی۔ جس کو میں زندگی بھر نہیں بھول پاؤں گا۔

میں رات 10 بجے گھر پہنچ گیا۔ پلاؤ خوب کھایا تھا لہٰذا گھر میں کچھ کھانے کی حاجت نہ تھی۔ محترمہ بیگم صاحبہ اپنی بیٹی کے ہاں قیام پذیر تھیں جو سرگودھا کی نواحی کالونی میں رہتی ہے، میں نے اسے اپنی آمد کی اطلاع کردی تھی۔ اس نے رات گھر آنے پر اصرار کیا۔ میں نے کہا عید کی نماز ادا کرکے چلا آؤں گا۔ عید کی صبح صادق سے پہلے میں بیدار ہوگیا۔ غسل کیا، کپڑے بدلے، خوشبو لگائی، شکرانے کے نفل ادا کئے اور نماز عید کی تیاری کی۔ تکبیر پڑھتے خانہ خدا میں حاضر ہوگیا۔ آٹھ بجے قیام نماز سے قبل شیطان مردود بھی آدھمکا۔ راندۂ درگاہ سال میں ایک مرتبہ آنے والی صلوٰۃ میں مداخلت پر اڑ گیا۔ میں تصور میں مقام ابراہیم پر حضور انور ﷺ کے قدوم مبارک پر کھڑا ہوگیا اور نیت باندھ لی۔ (شیطان کو مایوسی ہوئی) آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ مسجد منارہ سے رخصتی کے وقت میں نے شیطان کو مجسم حالت میں دیکھا۔ (اس کو وہم کہہ لیجئے یا حقیقت) اس نے سفید پاجامہ اور سفید کرتا پہنا ہوا تھا سفید چادر سے منہ چھپایا ہوا تھا۔ میں نے اس کو آواز دے کر کہا (دل میں) جاؤ! اب ان تلوں میں تیل نہیں! اور جناب شیخ مکرم کی خدمت میں عرض کی (دل میں) میرے مرشد کامل! میں بوڑھا آدمی ہوں، آپ سے کچھ دور بھی ہوں اور میری مالی مجبوری بھی ہے میں آپ کے ہاں باقاعدہ حاضری سے قاصر ہوں۔ لہٰذا آپ کو خود مجھ پر نگرانی کرنی پڑے گی۔ چنانچہ جب میں تصور میں مقام ابراہیم پر کھڑا نماز عید پڑھ رہا تھا تو میں نے باہوش وحواس اپنے داہنے کندھے سے پیچھے مڑ کر دیکھا تو جناب مرشد پیچھے کھڑے نظر آئے اسی لباس میں جس میں، میں ان کو روزانہ دیکھا کرتا تھا۔ میں نے نماز کے بعد معذرت کرتے ہوئے عرض کیا۔ حضور آپ نے اتنی زحمت فرمائی۔ میں آپ کا بے حد مشکور ہوں! مرشد ایسے ہی کرتے ہیں (یقین کریں میری آنکھیں بھی تر تھیں)۔

خطبہ عید سن کر میں گھر آ گیا اور گیراج میں بیٹھ کر اخبار دیکھنے لگا کوئی پونے نو کا عمل ہوگا اندر ڈائننگ ٹیبل پر پڑے میرے موبائل فون کی گھنٹی بجی۔ اندر گیا تو ''اللہ ھو'' کی آواز آئی۔ میں نے دو تین دفعہ ''اللہ ھو'' کی آواز سنی پھر یہ آواز بھی بند ہوگئی اور Bell بھی خاموش۔ موبائل کو On کیا تو بیٹی مخاطب تھی۔ میں نے ''اللہ ھو'' کی آواز صریحاً سنی۔ گھر میں کوئی دوسرا فرد تھا ہی نہیں یہ آواز 100 فی صد آفاقی تھی۔ اس میں صرف ایک فی صد یہ شبہ موجود تھا کہ میری سماعت نے دھوکا کھایا ہوگا۔ لیکن میری سماعت تو تا حال بالکل درست ہے۔ بڑا متعجب تھا اور میں نے دعا کی پروردگار عالم مجھے بھٹکنے نہ دینا۔ حالانکہ وہم گذرا تم تو ''ولی'' ہوتے جا رہے ہو! میں نے مذکورہ واردات کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ دوبارہ منارہ پہنچنے پر محترم ادریس صاحب سے پوچھا اگر میں کسی واردات کا جو مجھ پر ہوئی ہو ذکر کردوں تو کیا یہ جائز ہے؟ انہوں نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ اگر آپ ثابت قدم رہے تو اور بہت کچھ دیکھو گے! پھر میں نے انفرادی اور اجتماعی ذکر توجہ سے شروع کر دیا۔ اور میرے سامنے

"کنوز دل" کے بیان کے مطابق مختلف لطائف کے رنگ بھی نمودار ہونے لگے اور ہلکی ہلکی خوشبو بھی محسوس ہونے لگی۔ یہ عمل یعنی ذکر کا عمل ایک ڈیڑھ ماہ جاری رہا۔ میں صبح وشام باقاعدگی سے ذکر کرتا رہا پھر ایک دن اچانک میری طبیعت بگڑنے لگی اور اذیت کی حد تک بگڑنے لگی۔ لیکن نہ چاہتے ہوئے بھی میں نے ذکر میں ناغہ نہیں کیا۔ طبیعت زیادہ خراب ہوئی (وسوسوں کی بنا پر) تو ایک دماغی ڈاکٹر سے رجوع کیا۔ ایک ماہ تک دوائی جاری رہی یہ سنت رسول پر عمل کی وجہ سے تھا کہ میری طبیعت خاصی سنبھل گئی۔ Tension تو ختم ہوگئی لیکن وسوسے موجود رہے اور تا حال موجود ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے دوائی جاری رکھنے کا مشورہ دیا لیکن میں نے دوائی بند کردی اور انہیں صاف بتا دیا کہ یہ روحانی اور نفسیاتی عارضہ ہے اس کا علاج کوئی روحانی عامل ہی کریگا۔ یہ آپ کے بس کی بات نہیں۔ ڈاکٹر بے چارہ خاموش ہوگیا۔

اس مرحلے پر میرا یقین متزلزل ہونے لگا۔ میں منارہ وغیرہ سب بھول رہا تھا۔ شیخ محترم کے گاؤں والوں اور خصوصاً رشتہ داروں نے ملاقات پر مجھے بہت بدگمانی اور الجھن اور شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیا تھا۔ بابا اعوان کی شہرت، وقار، عزم بالجزم، دین و دنیا کی کامیابی، دن رات ان کے عقیدت مندوں کی تعداد میں اضافہ پر حضرت کے برادری والے سخت حاسد نظر آئے۔ انہیں تو خوش ہونا چاہئے کہ خود ان کی برادری کے ایک فرد کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے یوں شرف بخش دیا ہے۔ لیکن کم فہم برادری نے ان کی عظمت کی قدر نہیں کی۔ گھر میں بہتی گنگا سے فیض یاب نہیں ہو پا رہے۔ جب کہ چاروں صوبہ کے دیہاتی علاقوں تک کے لوگ ان سے فیض حاصل کر رہے ہیں۔

پنجابی کا پرانا محاورہ مجھے اس وقت یاد آیا "گھر دا جوگی جوگڑا" لیکن میں نے اعتکاف کے 10 دنوں میں جو کچھ بظاہر دیکھا اس سے میرے جملہ شبہات رفع ہوگئے۔ مجھے ان کے باطن میں جھانکنے کی ضرورت نہیں جو کچھ ان کے اندر ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو معلوم ہے۔ میرا ایمان ہے، جو کچھ بھی ہیں کم از کم مجھ جیسے خاکسار سے تو لاکھوں درجے بہتر، افضل اور برتر ہیں پھر مجھے کسی کرید کی کیا مجال؟ اور کیا غرض؟

میرے ساتھیو، بھائیو، بچو، نوجوانوں بوڑھو! میری بات غور سے سن لو ذرا اس شخص کی عظمت کا اندازہ لگاؤ جس نے یہ دعویٰ کر رکھا ہے کہ "میں اسم اعظم سے بندے کے وجود کو منور کر سکتا ہوں" اور پھر یہ کہ وہ آپ کو دو ہفتوں، دو مہینوں اور دو سالوں کی مدت میں سید المرسلین ﷺ کے حضور روحانی بیعت کے لئے لا کھڑا کرنے کا بھی مدعی ہو۔ کیا اس سے بڑھ کر ولایت اور کرامت کوئی اور ہو سکتی ہے؟ میری دانست میں پوری دنیا میں یہ واحد بندہ ہے جو یہ کام کر سکتا ہے۔ میرا ایمان ہے وہ ایسا کر سکتا ہے۔ شرط صرف یہ لگاتا ہے کہ سالک رزق حلال، صدق مقال، ذکر دوام، خلوص نیت اور پیہم مجاہدہ کی سعی جمیلہ کرتا رہے۔ یہ کمال کی انتہا ہے۔

ان دنوں بفضل حق تعالیٰ میری طبیعت میں دوبارہ ٹھہراؤ آ گیا ہے اسکی وجہ صرف ذکر الٰہی ہے۔ میں اب پورے انہماک اور توجہ سے ذکر کرتا ہوں۔ "اللہ ھو" کی ضربوں سے قلب کے Dent نکال رہا ہوں۔ دماغ کی کجی اور ٹیڑھ کو بھی بھاری ھو کے Hammer سے چوٹیں لگا کر سیدھا کر رہا ہوں۔ بطور خاص میں بے چاری "روح" سے بہت نادم ہوں اس غریب کو میں نے عرصہ دراز تک اپنے Skeleton میں مقید رکھا۔ اب میں اس کو بھی ھو کی غذا فراہم کر رہا ہوں بڑی خوش ہوتی ہے۔ اس میں قوت پرواز کی صلاحیت پیدا ہو رہی ہے مجھے یقین ہے ان شاء اللہ اپنے اصلی مقام کیطرف صرف ایک ہی جست میں پہنچے گی اور میرے وجود میں آسودہ رہے گی۔

میں جملہ حلقہ اویسیہ کے افراد سے استدعا کرتا ہوں کہ میرے حق میں ثبات اور استقامت کی دعا فرماویں میں بہت کمزور آدمی ہوں۔

Nakedness leads to shamelessness and shamelessness leads to the disobedience of Allah-swt and the Holy Prophet-saws and the ultimate result is the eternal destruction of an entire society both morally and ethically. So it is stated that, 'O' the Children of Adam-as!' Here the phrase 'Children of Adam-as' is used to address the entire human race instead of 'O People!' so as to emphasize the point that Satan is the same enemy who misled your grandparents and it will also lead all of you into destruction, therefore, take heed and follow the orders of the Holy Quran.

It is a common observation where some people say that although they do not offer Salat or do not follow the manifest practices of Shariah but still they are very honest and modest from their inside. This is a very foolish statement. When Allah-swt has emphasized the importance of a attire for the body it is actually meant here that when the outside is left uncovered it leads to the degradation of the inside of a person. The inside of a person is just like the core of an almond, where the outer hard covering is for the protection of the soft core. Similarly a proper dress is akin to the covering of a fruit; it should be strong, beautiful, complete, from pure and permissible earning, clean and clear and only then should one try to adorn the inside. When the outside is covered properly only then the efforts for purification and reformation of the inside are effective. So anyone whose outside is not embellished according to the Commands of Allah-swt, how could he claim to have a purer inside?

This is also the planning and whispers of the Satan when he convinces a person that you don't need to follow the orders of Shariah for your manifest decoration and that you are very clear and pure from the inside. But the question arises, how could one be purer from the inside when the outer look gives the impression of impurity? The real danger for people who look purer from the outside is that they may be impure from their inside, and the reason for this is that they are not embellishing their outside for Allah-swt but for their own selves and for other people just to show that they are truly righteous and honourable which is a great misconception.

Therefore, it is stated in the Holy Quran, 'O' the Children of Adam-as! Take care of your clothes and your inside and do not follow the plans of the Satan, because he misled your grandparents and will never hesitate to lead you into eternal destruction. And that the Satan and his allies can see you while you cannot see the, because the Satan is created from heat which is powerful and invisible while on the other hand, man is created from clay which being matter is manifest and visible. But remember one thing, Satan can only mislead those who do not believe in Allah-swt and so Allah-swt does not protect them, while those who are true believers of Allah-swt cannot be misled by the Satan. This, here is the statement which on one hand clears the doubts and fears of all the believers about Satan's evil plans while on the other hand Allah-swt explained the way the believers can be protected under Allah-swt's blessing, simply by following His-swt' commands and obeying the Holy Prophet-saws. Islam in fact is a strong fortress where the believers are protected from all the evils of Satan and his allies.' This fact is described in another verse as يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً (2:208) 'O' believers! Enter into Islam completely, wholeheartedly, integrally and altogether.' Not partially, such as, by skipping one salat and offering the other, or keeping a Fast and skipping Zakat.

To be Continued

but those who do not possess the light of faith are not protected and fall prey to the traps of Satan. The Satan deceived Hadhrat Adam-as and Hadhrat Eve-as and gave them false promises and swore in the name of Allah-swt that it is better for them to eat that particular fruit from the tree and they will get benefits in return for it. Hadhrat Adam-as and Eve-as trusted the false claims and promises of Satan and ate the forbidden fruit but after eating it, their attire of the paradise was taken, and their body parts became exposed. Here, Allah-swt again reminds us that there is a risk involved in this world as well, that Satan and his allies will deceive and mislead you and they will try to take you away from the straight path and to make you fall a prey to their evil plans of deceit and shamelessness, which is the worst of all the sins and ignorance.

We as a general rule take the matter of a dress code very lightly and seldom give it importance, but in reality any culture has the ability to affect the mental thoughts and psychosocial behaviours of a society. It is a common observation even in the present media when they depict the ancient civilizations they show the clothes to be a single piece of cloth wrapped around the trunk which only make them more exposed than covered. So this looks very tragic when such a state of the human society is observed living in such a state of moral degradation and shamelessness.

Satan as his chief weapon uses the dress code to amend the thoughts and psychosocial behaviour of people individually and the society as a whole. Changing a person's dress from one that is covering the body to bareness, very extensively affects the thought and behaviour of a person. Allama Ibn-i-Khuldoon-rua writes in his-rua famous "Muqaddamah" that, 'by embracing the dress code of another society, there are many other subtle things which are acquired subconsciously and then very seamlessly many of the evil things of the evil society start to look good and acceptable and it finally lead to the acquisition of the entire culture of that society.'

Generally speaking, covering the body and especially the body limits described in Shariah to be covered is obligatory for every believer. For example, for men it is obligatory to cover the body from navel to the knees. Now anything covering a male's body from navel to the knees is a dress which is fulfilling the condition of obligatory covering for a male and that covering may include shalwar-qamees, kurta and pajama or coat pant and similarly clothes according to the condition of weather, all are various kinds of dresses and all are good. But any particular dress which is perceived as the socio-cultural identity of a particular nation, and that particular nation being an infidel nation then that dress should not be worn. This is because that by wearing such a dress you have first accepted all the blemishes of that particular dress and this will eventually lead to embracing all the evil acts from that particular infidel culture. This can be seen in the present Western world where the males are covered from head to toe in very fancy dresses while the women in their society are dressed in minimal clothes, and those clothes make them more exposed instead of covering them. This is a clear paradox, because where the ladies should be kept covered and sacred, it is seen that they are left without a noble dress and the males are covered from head to toe.

So these are the plans of the Satan, that if your men acquire their dress, eventually the women in your society will also embrace the dress of the western women, leading to the degradation of nobility and modesty in a very subtle way.

The Attire of Piety

Translated Speech of His Eminence
Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Dar-ul-Irfan, Munara Dated January 21, 2011

What if a person cannot do what is ordered by the Shariah, it is stated that لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا meaning that any action outside the ability of a person will never be asked for. For example, during Salat, Qayam is obligatory and offering Salat without Qayam is not acceptable, but for a person who cannot stand, it is allowed to offer Salat while sitting or lying.

It is very wrong if somebody says that he is trying to offer salat but cannot fulfil it. Here the matter is not merely trying for it; rather it has to be performed. This is not a good statement, because orders of Shariah have to be followed in any case and there is no room for partial obedience. I frequently receive letters and emails with such statements where people say that 'I'm trying to follow the orders of Deen but cannot follow it.' This is very wrong, because commandments of the Shariah do not warrant mere trying but complete devotion and entire practice. This statement is only true in case of worldly matters, for example, we can only try to earn our livelihood, because it is not in our sole control and we can only try for it, we can only try to earn the resources and then to build a home for living.

Therefore, obedience of the Holy Prophet-saws does not involve mere try, but complete devotion and ultimate practice, and all those orders which are beyond one's capacity are not questionable. To converse with Allah-swt, to listen to the words of Allah-swt and to present your request in the Court of Allah-swt is not an ordinary matter. Holy Quran is not an ordinary text rather these are the words of Allah-swt and these words have been revealed and preached by the blessed speech of the Holy Prophet-saws. These all commandments are not mere words of ordinary people like us; rather these are the signs of the Greatness of Allah-swt, so that people take heed of the advice sent to them. Now if we have these blessed words revealed from the Court of Allah-swt and preached by the Holy Prophet-saws and instead of performing it we merely keep on trying, it will not be a fair business.

يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ
اِنَّهٗ يَرٰكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا
اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ

(7:28) 'O' Children of Adam-AS! Let not Satan tempt you, as he has driven forth your parents from the Garden, divesting the twain of the garment, that he might discover to the twain their shame. Surely he beholds you, he and his tribe, in a way that you do not behold them. Certainly We-SWT have made the Satans patrons of those only who are not believers.' So the basic point was that all those people who do not believe in Allah-swt will never be protected against the group of Satan and their conspiracies, but those who are the true believers and fear Allah-swt will always be protected by Allah-swt against the deceptions of the Satan and his allies. Faith and belief in Allah-swt has this natural result of protection against the evil plans of Satan against the human race,

This person was once asked to speak at a place called Khandway near Kalar Kahar. The local people went to invite Hazrat Ji-rua, which he accepted but by the time he reached Kalar Kahar, it was already night, so he spent the night there and arrived at Khandway early next morning. As soon as it became known to Maulvi Ismail that Hazrat Ji-rua was his opponent, he made the excuse of his daughter being ill and departed. Although the Manazara was not held, Hazrat Ji-rua delivered his usual reforming address to the assembly. Another Manazara between Maulvi Ismail and Hazrat Ji rua was held in Hashmat Mirali, Mullan, but its details could not be obtained.

Once Hazrat Ji-rua went to Sind for a Manazara and his specific instructions were that Maulvi Ismail should not be informed about his opponent. They happened to meet at the railway station and Hazrat Ji-rua clutched his arm, took him aside and told him: 'You are an Alim and are aware of the Reality, then why do you want to destroy your after-life?'

He replied, 'Maulvi Sahib, you know very well what the Ahl-e Sunnat pay, on the other hand, here I am paid handsomely and looked after very well in every respect.'

Hazrat Ji-rua stated that after hearing this, he realized that the man was beyond reformation. Maulvi Ismail also confessed many times that the only reason he got defeated by Hazrat Ji-rua was because he-rua was a Sufi.

At another time Hazrat Ji-rua came across Maulvi Ismail at Bahalwalpur railway station. After addressing a Majlis he was waiting to take a train when Hazrat Ji-rua caught sight of him. Hazrat Ji-rua quietly went up behind him, lifted his shirt and exposed his back. Recoiling with alarm, Maulvi Ismail turned around to find Hazrat Ji-rua. In amazement he asked, 'Why have you done this in front of everyone?'Hazrat Ji-rua replied, 'You have incited a lot of people to flagellate themselves and injure their backs in lamentation. I was checking if there are any signs on your back as well.'

Hazrat Ji-rua had entered the arena of 'Manazaray' in compliance with the indirect instruction perceived during the Maraqbah of 'Fana fir Rasool'. In the fulfilment of this duty he undertook rigorous toil. To illustrate, we present an example from his early debating days.

Hazrat Ji-rua was invited to speak at a Manazara held in Jhatala, a famous town on the Tala Gang Khushab road. In a debate, references books were always needed to provide proof. When Hazrat Ji rua set out from Chakrala, he took along with him a heavy trunk filled with voluminous reference books. On arriving at Jhatala, he got off the bus, asked two men to help lift the heavy trunk on his head, and headed towards the village on foot. His dress did not indicate he was an Alim, rather he seemed like an ordinary villager, but in reality he was on duty as a servant of the Court of the Holy Prophet saws and in performing his duty, was carrying his load of books himself. The welcoming committee did not even know that he was Hazrat Maulana Allah Yar Khan-rua, who was being eagerly awaited by the whole village for many days.

During the later years of his Manazara era, Hazrat Ji-rua would often be accompanied by Hazrat Ameer ul Mukarram-mza who would also act as his bodyguard. Hazrat Ji rua had been attacked at the conclusion of the Manazara at Kalluwal, Sargodha. The situation had changed and thereafter, following in the Sunnah of the Holy Prophet saws he armed himself when travelling, and kept a 32-bore revolver with him.

(To be Continued)

By 1950, Maulvi Ismail Gojarvi (from Toba Tek Singh) had acquired considerable fame as a Shi'a debater. For a while this person had taught at Deoband. He was very sly and clever, and was skilled in repartee, which often made the Ulama feel uncomfortable facing him. However, when Hazrat Ji-rua gained prominence in the arena of Manazaray, he was usually requested to speak against Maulvi Ismail. Hazrat Ji-rua also considered it his duty to break this person's sway and to take part in every Manazara in which Maulvi Ismail participated. After a few Manazaray, Maulvi Ismail received the same treatment as Basheer, and he too avoided confronting Hazrat Ji-rua, especially after the debate of Balkasar in 1955. This Manazara was held in the courtyard of the Masjid with both the opposing factions sitting together. In reply to Maulvi Ismail's speech Hazrat Ji-rua started his discourse. After a while a state of Jalal (a combination of power, grandeur, and authority) descended on him, his voice roaring with authority. This had an extraordinary effect on Maulvi Ismail, who had to leave immediately without giving the customary refuting speech. Thereafter, he did not speak in opposition to Hazrat Ji-rua. He often remarked, 'I could make a speech facing Maulvi Sahib, but it is his spiritual strength that I cannot face.'

Sometimes, to expose the difference between truth and falsehood in front of the rural folk, the Ahl-e Sunnat would hold Manazaray themselves and pay to invite Shi'a speakers. In this spirit once Makhdoom Sadar ud Deen held a gathering in Kot Miana and invited Maulvi Ismail as a speaker. At the time, according to his practice, Hazrat Ji-rua was visiting Langar Makhdoom, and as yet his debating abilities were not known in this area. Makhdoom Sahib requested Hazrat Ji-rua to suggest an erudite Alim and speaker who could match the debating prowess of Maulvi Ismail, the famous Shi'a speaker. Hazrat Ji rua replied, 'Set the date, the other arrangements will be taken care of.' On the persistence of Makhdoom Sahib, he spoke out involuntarily, 'What if I am the speaker?' This remark took Makhdoom Sahib by surprise, but all the same he had it announced that on such a date a Manazara would be held in Kot Miana between Maulvi Ismail the Shi'a debater and Hazrat Ji-rua. People from far and wide came to attend the debate but Maulvi Ismail after hearing Hazrat Ji-rua's name did not muster the courage to face him. Therefore, the Manazara could not be held, nevertheless Hazrat Ji-rua, as was his practice, addressed the assembly.

If, for any reason, a Manazara was cancelled, Hazrat Ji--rua would go ahead with his address, which dealt with the subject of reformation and correction, however the most important point of all his addresses would invariably be the eulogy for the Sahabah Karam-rua. There was no further need to hold Manazaray in Kot Miana, because after the disappearance of Maulvi Ismail, the truth had dawned on the people; in the manner of: "Truth has arrived and falsehood perished" (Bani Isra'il v.81).

Thereafter, it happened many times that Hazrat Ji-rua's name was announced to get rid of Maulvi Ismail, and he would not take part in the Manazara. Sometimes it also happened that he arrived for a Manazara and on learning that Hazrat Ji-rua was his opponent, he quietly slipped away.

Hayat-e-Javidan

A Life Eternal (Translation)

Hazrat Ji-rua's Debating Era

He would turn the objectors' criticism around and toss it back at them, and in this way these people would be cornered and hemmed in by their own arguments.

Once, Hazrat Ji-rua was speaking of the mutual love and relationship between the Sahabah Karam-rau. During the discourse, he happened to mention the marriage of Hazrat Umme Kulsoom-rau, the daughter of Hazrat Fatimah-rau, to Hazrat Umar-rau, when the opposing speaker interjected, 'Limit your discourse to the Quran and Hadees.'

Hazrat Ji-rua replied, 'I am speaking about the Quran and Hadees.'

The opponent asked Hazrat Ji-rua: 'Prove this marriage from the Quran.'

'Absolutely,' said Hazrat Ji-rua

'I am bringing the Quran, you will have to provide the reference.'

Hazrat Ji-rua said: 'Bring the Quran.'

When he brought the Quran, Hazrat Ji-rua said, 'Look it up yourself, I will give you the Ayat.'

The opponent asked, 'Which Surah?'

Hazrat Ji-rua answered, 'Open the Quran where it mentions the marriage between Hazrat Fatimah-rau and Hazrat Ali-rau, the Ayat following it discusses the wedding of Hazrat Umar-rau to Hazrat Umme Kulsoom-rau.'

This is how Hazrat Ji-rua turned the tables on his opponent! On this occasion when the discussion was about the mutual love and relationship between the Sahabah Karam-rau, a blow dealt in this manner was a suitable reply to absurd reasoning.

Talking later about this incident Hazrat Ji-rua-rua would say: 'Had I said: Is the Quran a marriage register where marriages are recorded, the audience, which comprised mostly of simple villagers, would have thought that Maulana Allah Yar Khan could not provide the proof through the Quran, therefore I decided to say: 'Yes it is (mentioned) in the Quran'.

Hazrat Ji-rua used the same method on another objector called Basheer. Before the birth of Pakistan, a 'Manazara' was held at Tamman (Talagang) to discuss a topic that was purely doctrinal: The stance of the Shari'ah on raising hands (for every Takbeer) and folding the arms during Salah. The objector Basheer, instead of literary reasoning, propped his speech with meaningless fables and deceptive traditions. Under the barrage of Hazrat Ji-rua piercing questions, he was left speechless and the local villagers gave him a sound sending off. After this tough experience whenever he heard Hazrat Ji-rua's name he would scamper off.

After a long break he was invited to speak in Misriyal (Tehsil Fateh Jang), and the organizers came to invite Hazrat Ji-rua. Although Hazrat Ji-rua had left speaking at Manazaray by this time, Basheer found out that Hazrat Ji-rua had been approached. Remembering his previous dire experience, he made up a crafty stratagem to come up to Tala Gang and left after making an excuse of an illness in the family

ماہنامہ المرشد

محمد رسول الله

قد أفلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى

He indeed has attained bliss who has cleansed himself. And who remembers the names of his Rabb. And then prays.

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ أَخْرِجُوْا

مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِيْ يَوْمًا أَوْ خَافَنِيْ فِيْ مَقَامٍ (سنن الترمذی)

Narrated by Hazrat Anas (R.A.U), the Prophet (S.A.W.S) said that "Allah says to take oui every such person from hell fire who remembered Him even for a day and who, out of His fear, abstained from His disobedience."

Wilayat is friendship with Allah and He knows very well as to with whom He has the bond of love. Wilayat does not come with pretense.

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔ 9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255